ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۱۸ اگست ۱۹۶۷ء
۱۱ جمادی الاول ۱۳۸۷ھ
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ◎ لاہور
ہدیہ ۲۵ پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُکَ بِاَحَبِّ الْکَلَامِ اِلَی اللّٰہِ؟ اِنَّ اَحَبَّ الْکَلَامِ اِلَی اللّٰہِ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کیا میں تجھے نہ بتاؤں۔ کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ کلام کون سا ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ کلام سبحان اللہ وبحمدہ ہے"۔ (مسلم)

وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلٰوتِہٖ اسْتَغْفَرَ ثَلَاثًا، وَقَالَ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ، وَمِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ" قِیْلَ لِلْاَوْزَاعِیِّ، وَھُوَ اَحَدُ رُوَاۃِ الْحَدِیْثِ، کَیْفَ الْاِسْتِغْفَارُ، قَالَ: یَقُوْلُ : اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے۔ تو تین مرتبہ استغفار فرماتے اور پھر یہ کلمات کہتے، اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذاالجلال والاکرام" امام اوزاعی سے دریافت کیا گیا۔ اور وہ اس حدیث کے روایت کرنے والوں میں سے ایک ہیں۔ کہ استغفار کس طرح تھا؟ اوزاعی نے کہا کہ آپ فرماتے تھے۔ استغفر اللہ۔ استغفر اللہ (اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

وَعَنِ الْمُغِیْرَۃِ بْنِ شُعْبَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا فَرَغَ مِنَ الصَّلٰوۃِ وَسَلَّمَ قَالَ " لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ: اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے۔ اور سلام پھیرتے تو یہ دعا پڑھتے۔ یعنی اللہ اکیلے کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لئے بادشاہت اور تمام تعریفیں ہیں۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ نہیں ہے کوئی مانع اس چیز کا جو تو نے دی اور نہیں کوئی دینے والا اس چیز کو جس کو تو نے روکے رکھا۔ اور دولت مند کو تیرے عذاب سے اس کی دولت مندی فائدہ نہیں دیتی۔ (بخاری ومسلم)

وَعَنْہُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَنْ سَبَّحَ اللّٰہَ فِیْ دُبُرِ کُلِّ صَلٰوۃٍ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِیْنَ، وَحَمِدَ اللّٰہَ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِیْنَ، وَکَبَّرَ اللّٰہَ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِیْنَ، وَقَالَ تَمَامَ الْمِائَۃِ: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ غُفِرَتْ خَطَایَاہُ، وَاِنْ کَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ رَوَاہُ مُسْلِمٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ جو شخص ہر نماز کے بعد "سبحان اللہ" ۳۳ مرتبہ "الحمد للہ" ۳۳ مرتبہ اور "اللہ اکبر" ۳۳ مرتبہ اور سو کے عدد کو پورا کرنے کے لئے ایک مرتبہ "لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شئی قدیر (یعنی نہیں کوئی معبود مگر اللہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے اسی کے لئے بادشاہی اور تمام تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے)، پڑھے اس کے صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔ (مسلم)

وَعَنْ کَعْبِ بْنِ عُجْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مُعَقِّبَاتٌ لَا یَخِیْبُ قَائِلُھُنَّ اَوْ فَاعِلُھُنَّ۔ دُبُرَ کُلِّ صَلٰوۃٍ مَکْتُوْبَۃٍ ثَلَاثًا وَثَلَاثِیْنَ تَسْبِیْحَۃً، وَثَلَاثًا وَثَلَاثِیْنَ تَحْمِیْدَۃً وَاَرْبَعًا وَثَلَاثِیْنَ تَکْبِیْرَۃً " رَوَاہُ مُسْلِمٌ

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ چند پیچھے آنے والے (کلمات) ایسے ہیں۔ کہ جن کا کہنے والا یا (یہ فرمایا کہ) کرنے والا نامراد نہیں ہوتا، وہ یہ ہیں کہ ہر فرض نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ "سبحان اللہ" ۳۳ مرتبہ "الحمد للہ" اور ۳۴ مرتبہ "اللہ اکبر کہنا ہے۔ (اس حدیث کو امام مسلم نے ذکر کیا ہے۔

وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخَذَ بِیَدِہٖ، وَقَالَ: "یَا مُعَاذُ، وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاُحِبُّکَ"، فَقَالَ: اُوْصِیْکَ یَا مُعَاذُ لَا تَدَعَنَّ فِیْ دُبُرِ کُلِّ صَلٰوۃٍ تَقُوْلُ: اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ، وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ"، رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا۔ اور ارشاد فرمایا۔ کہ اے معاذ! خدا کی قسم میں تجھ کو دوست رکھتا ہوں پھر فرمایا اے معاذ! میں تجھ کو وصیت کرتا ہوں۔ کہ ان کلمات کا ہر نماز کے بعد کبھی ترک نہ کرنا (ترجمہ) اے اللہ تو اپنے ذکر اور شکر اور اپنی بہترین عبادت میں میری مدد فرما۔ ابو داؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر
ٹیلیفون
۶۷۵۴۵

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

جلد ۱۳ | ۱۱ رجمادی الاول ۱۳۸۷ھ بمطابق ۱۸ اگست ۱۹۶۷ء | شمارہ ۱۵

اتحاد و اتفاق

عالم اسلام کو جن مصائب و مشکلات کا سامنا ہے، ملک جن حالات سے دوچار ہے اور جس طرح ہندوستان کی طرف سے جارحانہ اقدام کا خطرہ ہر لمحہ ہمارے سروں پر منڈلا رہا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ ملک میں کامل اتفاق و اتحاد کی فضا قائم ہو اور عوام حکومت کے ہاتھ مضبوط کریں۔ لیکن بدقسمتی سے ملک میں ہر جماعت اپنا اپنا راگ الاپ رہی ہے اور مختلف مکاتیبِ فکر اور فرقوں کے لوگ الگ الگ اپنی ڈفلی بجا رہے ہیں ــــ چنانچہ حال ہی میں ہمارے شیعہ بھائیوں نے اپنے لئے الگ نصاب تعلیم اور مذہبی رسوم کی برسرِ عام آزادی اور اس قسم کے دوسرے مطالبات کا سلسلہ شروع کر دیا۔ حالانکہ حالات کا تقاضا یہ تھا کہ وہ اس مرحلہ پر کوئی ایسی صورتِ حال پیدا نہ کرتے جس سے ملک کا اتحاد پارہ پارہ ہو اور مختلف فرقوں کے درمیان کشیدگی کی فضا جنم لے۔ پھر ستم ظریفی یہ ہوئی کہ کورس کی ایک کتاب سے جو علامہ علاؤ الدین صدیقی کی تحریر کردہ ہے خلافتِ راشدہ کا باب جمہور اہل سنت کی مرضی کے خلاف اور عوام سے مشورہ کئے بغیر حذف کر دیا گیا جس سے سینوں کے تمام فرقوں کے درمیان ہیجان کا پیدا ہو جانا بدیہی امر تھا کیونکہ تمام مسلمان سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا فاروق اعظم، سیدنا عثمان غنی اور سیدنا علی رضی اللہ عنہم کو اپنا مقتدار و پیشوا، ان کے دور کو تاریخ اسلام کا مثالی دور اور ان کی تابعداری کو اپنے عقیدہ کا جزولاینفک خیال کرتے ہیں۔ پس اس صورتِ حال سے عہدہ برآ ہونے، عوام میں اتحاد و اتفاق کی خوشگوار فضا قائم کرنے، امن و انصاف، موجودہ حالات و واقعات اور ملکی دستور کے تقاضوں کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے باہمی افہام و تفہیم سے ان مسائل کا حل سوچنے اور حکومت کو مناسب مشورہ دینے کے لئے تنظیم اہل سنت پاکستان نے جمیعۃ علماء اسلام پاکستان، مجلس احرار اسلام، مجلس تحفظ ختم نبوت، جمعیۃ اشاعت التوحید والسنۃ، جمعیۃ علماء پاکستان، جمعیۃ اہل حدیث، اور بریلوی مکتبہ فکر کے مختلف رہنماؤں کے مشورہ سے ۶ اگست ۱۹۶۷ء کو ملتان میں کل پاکستان سنی کنونشن کا انتظام کیا۔ جس میں بحمداللہ تعالےٰ تمام فرقوں کے مقتدر علماء و رہنمایانِ قوم شریک ہوئے اور واقفانِ حال کا کہنا ہے کہ پاکستان کی بیس سالہ تاریخ میں علماء و عوام کا ایسا نمائندہ اجتماع ۱۹۵۳ء کے بعد آج تک منعقد نہیں ہؤا اور نہ ہی اتحاد و اتفاق کا ایسا روح پرور اور ایمان افروز نظارہ دیکھنا نصیب ہؤا ہے۔ اس کنونشن کو بفضل ایزدی تمام جماعتوں کی سرپرستی حاصل تھی اور عوام کے دلوں میں اس کے اغراض و مقاصد سے محبت و فدائیت کا اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے کہ رات کے کھلے اجلاس میں جو قاسم باغ ملتان کے وسیع سبزہ زار میں سُنّی کنونشن کے تحت اور علامہ دوست محمد قریشی صدر تنظیم اہلسنت پاکستان کی صدارت میں منعقد ہؤا اسی ہزار سے زائد مسلمانوں نے شرکت کی۔ چنانچہ اجلاس کی حاضری دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا کہ عوام کا ایک بحر بیکراں ہے جو قلعہ ملتان کے سبزہ زاروں میں ٹھاٹھیں مار رہا ہے اور اس پر رسول اللہ اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں شاہ بہاؤ الدین زکریا اور شاہ رکن عالم رحمہم اللہ علیہم کی روحانیت جلوہ فگن ہے جو سالہا سال سے اسی سرزمین میں محوِ خواب ہیں۔

بہرحال ہمارے نزدیک ایسا اجتماع جس میں برگزیدہ علماء و مشائخ جمع ہو جائیں خود خیر و برکت کا سرچشمہ اور اپنے اندر برکات و حسنات کا موجب ہے لیکن ساتھ ہی محض اس اجتماع کو دیکھ کر خوش ہو جانا مقصود نہیں بلکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس عظیم اجتماع کے محرکات کو عوام و حکام کے سامنے لایا جائے اور اتحاد و اتفاق کے رشتوں کو مزید استوار کیا جائے تاکہ باہمی شکر رنجیاں اور چھوٹے چھوٹے اختلافات ختم ہو جائیں۔ اور تعمیر و ترقی کی نئی نئی راہیں کھل سکیں۔

اس مقصد کے لئے اہلسنت کے تمام فرقوں کے ۹ مقتدر رہنماؤں پر مشتمل ایک کمیٹی کا قیام عمل میں آ چکا ہے جو گورنر مغربی پاکستان اور صدر مملکت سے براہِ راست رابطہ پیدا کر کے سنی کنونشن کی تجاویز ان تک پہنچائے گی اور ملکی امن و سالمیت کو برقرار رکھنے کے سلسلے میں اپنی مساعی بروئے کار لائے گی۔

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

مجلس ذکر

۲۵ ربیع الثانی ۱۳۸۷ھ بمطابق ۳ اگست ۱۹۶۷ء

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں محبوب بننے کا طریقہ

از جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

(مرتبہ خالد سلیم ایم اے)

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی : اما بعد :- فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

(پ۳ آل عمران ع)

ترجمہ:- آپ کہدیں اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ کی تو میری راہ چلو تاکہ محبت کرے تم سے اللہ اور بخشے گناہ تمہارے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

یعنی اگر دنیا میں آج کسی شخص کو اپنے مالک حقیقی کی محبت کا دعویٰ یا خیال ہو تو لازم ہے کہ اس کو اتباع محمدیؐ صلعم کی کسوٹی پر کس کر دیکھ لے سب کھرا کھوٹا معلوم ہو جائے گا۔ جو شخص جس قدر حبیب خدا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ چلتا اور آپ کی لائی ہوئی روشنی کو مشعل راہ بناتا ہے اُسی قدر سمجھنا چاہئے۔ کہ خدا کی محبت میں سچا اور کھرا ہے۔ اور جتنا اس دعویٰ میں سچا ہوگا۔ اُتنا ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں مضبوط و مستعد پایا جائے گا۔ جس کا پھل یہ ملے گا۔ کہ حق تعالیٰ اس سے محبت کرنے لگے گا۔ اور اللہ کی محبت اور حضورؐ کے اتباع کی برکت سے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے اور آئندہ طرح طرح کی ظاہری و باطنی مہربانیاں مبذول ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک ایسا دروازہ بتلا دیا ہے۔ جس سے داخل ہو کر ہم اللہ تعالیٰ کی مغفرت و رحمت کے پورے مستحق بلکہ محبوب خدا بن سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق و ہمت عطا فرمائے آمین!

جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ دنیا پریشانیوں اور مصیبتوں کا گھر ہے۔ اور مومن کے لئے یہ ایک قید خانہ ہے۔ مومن کی پریشانیاں اور مصائب نیکیاں بن جائیں گی۔ اور قرب الٰہی کا ذریعہ ہوں گی۔ شرط یہ ہے۔ کہ ہر کام میں نیت رضا الٰہی ہو اور خورد و نوش حلال ہو۔ ناجائز اور حرام کمانے اور کھانے پینے والے کی کوئی عبادت ہرگز قبول نہ کی جائے گی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ پاک ہے۔ اور پاک چیزوں کو ہی قبول کرتا ہے۔

حضرتؒ کے پاس اکثر لوگ آکر شکایت کیا کرتے تھے۔ کہ یاد الٰہی میں دل نہیں لگتا۔ عبادت میں دل متوجہ نہیں ہوتا نیک اعمال کی توفیق نہیں ہوتی۔ اور چین و سکون سے محروم ہیں۔ تو حضرتؒ فرمایا کرتے تھے۔ کہ تمہارا خورد و نوش حرام اور مشتبہ ہے۔ پہلے حلال کماؤ اور کھاؤ پھر اللہ کا ذکر اور عبادت کرو جائز اور حلال طریقہ سے کمانا اور کوشش کرنا ہی اصل اسلام کی تعلیم ہے اور یہ بھی عبادت ہے۔ حدیث میں ہے۔ کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے جو حلال و جائز طریقہ سے دولت حاصل کرتا ہے۔ اس کے بعد حضرتؒ نے فرمایا کثرت سے ذکر اللہ کرو۔ اور صحبت صالحہ اختیار کرو۔ اللہ والوں کی صحبت کے بغیر اصلاح حال ناممکن ہے۔ جو کوئی بھی ان کی صحبت میں بیٹھتا ہے انہی کے رنگ میں رنگا جاتا ہے۔ آج ملازم۔ تاجر۔ دوکاندار زمیندار وغیرہ مسلمانوں میں سے اکثر دھوکہ بازی۔ بے ایمانی اور ہاتھ کی صفائی کو کمال سمجھتے ہیں۔ اور ساتھ ہی عشق رسولؐ کا دعوےٰ کرتے ہیں کتنے افسوس کا مقام ہے۔ کپڑے والا کم ناپ کر فخر محسوس کرتا ہے۔ دوکاندار کم تول کر اسے اپنا کمال اور ہاتھ کی صفائی تصور کرتا ہے۔ ملازم آدمی رشوت لینا اپنا حق سمجھتا ہے۔......

اور زمیندار لوگ کھیتوں میں اکثر پانی کی چوری کرکے خوش ہوتے ہیں۔ کہ اب ہماری فصل اچھی ہوگی۔ لیکن اگر ان تمام قسم کے مسلمانوں کے ساتھ کوئی دوسرا دھوکہ بازی۔ فریب یا بے ایمانی کرے تو ان کو برا محسوس ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کو اللہ کے خوف سے ڈرنا چاہئے۔ اور ان کو سوچنا چاہئے۔ کہ جس طرح کوئی ان سے بے ایمانی کرے تو ان کا دل دکھتا ہے۔ اسی طرح جب یہ دوسروں کے ساتھ بے ایمانی دھوکہ بازی فریب کرتے ہیں۔ تو دوسروں کا دل بھی دکھتا ہوگا۔ اور کسی انسان کا دل دکھانا اور اس کے ساتھ دھوکہ بازی فریب کرنا اللہ کی ناراضگی کو مول لینا ہے۔

مسلمان تو دوسروں کے دل کو خوش کرتا ہے۔ نہ کہ دکھاتا ہے۔ مسلمان تو اپنا تن۔ من۔ دھن سب کچھ اللہ اور اس کے رسولؐ کی راہ میں قربان کر دیتا ہے۔ آپ سب کو یہ کوشش کرنی چاہئے۔ کہ آپ بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوں۔ اس لئے آپ کو رات کے آخری حصہ میں اٹھ کر عبادت بھی کرنا پڑے گی کیونکہ رات کے آخری حصہ ایک دولت بانٹی جاتی ہے جو جاگت ہے سو پاوت ہے اور جو سووت ہے وہ کھووت ہے نماز ہ وقتہ باجماعت باقاعدگی سے ادا کرنے کی کوشش کرنا پڑے گی حلال اور گاڑھے پسینے کی کمائی کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا پڑے گا

(باقی ص۱۲ پر)

۴ جمادی الاول ۱۳۸۷ھ بمطابق ۱۱ اگست ۱۹۶۷ء

مسلمان دنیا و آخرت دونوں کی کامیابی چاہتا ہے

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ : امّا بعد : فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم :
بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم :

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا وَ مَا لَہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنْ خَلَاقٍ ٥ وَمِنْھُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ٥ اُولٰٓئِکَ لَھُمْ نَصِیْبٌ مِّمَّا کَسَبُوْا ؕ وَاللّٰہُ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ٥ (پ ۲ رکوع ۲۵)

ترجمہ: پھر بعض تو یہ کہتے ہیں۔ اے رب ہمارے! ہمیں دنیا میں دے اور اس کے لئے آخرت میں کوئی حصّہ نہیں ہے اور بعض یہ کہتے ہیں۔ اے رب ہمارے! ہمیں دنیا میں نیکی اور آخرت میں بھی نیکی دے، اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا — یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ان کی کمائی کا حصّہ ملتا ہے اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

حاصل

یہ نکلا کہ :-

۱- اللہ سے مانگنے والے دو قسم کے لوگ ہیں - ایک وہ جو اللہ سے دنیا طلب کرتے ہیں دوسرے وہ جو دنیا و آخرت دونوں کے طالب ہوتے ہیں اور اللہ کا خوف دل میں رکھتے ہیں۔

۲- دنیا کے طالب آخرت کے اجر سے قطعی محروم رہیں گے۔

۳- کامیاب و کامران فقط وہی ہیں جو دنیا و آخرت دونوں کے طلبگار ہیں اور اللہ کے غضب سے ڈرتے رہتے ہیں۔

محترم حضرات! جہاں تک ایک انسان کے پیدا ہونے، جوان ہونے، شادی کرنے، بال بچے دار ہونے، بوڑھا ہونے، کھانے پینے، گھریلو زندگی بسر کرنے، دنیا داری کے تعلقات بجا لانے اور بالآخر قبر کی آغوش میں چلے جانے کا تعلق ہے اس میں مسلم اور غیر مسلم سب یکساں ہیں۔ لیکن غیر مسلم اور مسلمان میں فرق یہ ہے کہ غیر مسلم کی نظر فقط اسی دنیا تک محدود رہتی ہے اور دنیا کی ہوس اُسے اس قدر مغلوب کر دیتی ہے کہ وہ اسے ہی اپنا انتہائی مقصد سمجھ بیٹھتا ہے۔ اس کے نزدیک سب سے بڑی کامیابی اور فتح یہی ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ مادی فائدے حاصل کرے، مال و زر کے ڈھیر لگائے، دولت و ثروت اکٹھی کرے، عالیشان کوٹھیاں اور عمارتیں تعمیر کرائے، موٹروں میں سفر کرے، حسین سے حسین تر عورتوں سے شادی رچائے، بچوں کی ضروریات بہم پہنچائے، قیمتی لباس پہنے، لذیذ غذائیں کھائے، ڈگریاں حاصل کرے، عزت و جاہ اور شان و شوکت حاصل کرے۔ غرضیکہ اس جستجو میں وہ اس قدر اندھا ہو جاتا ہے کہ عاقبت اور حسن انجام پہ اس کی نگاہ ہی نہیں پڑتی۔ اور وہ اپنی خواہشات نفسانی کی تکمیل میں دن رات غرق رہ کر موت کی آغوش میں چلا جاتا ہے۔

اس کے برعکس مسلمان کی نظر محض دنیا پر نہیں بلکہ آخرت پر بھی ہوتی ہے۔ اس لئے وہ آخرت سے منہ موڑ کر صرف دنیا نہیں چاہتا اور ایسے کام نہیں کرتا جن سے اُسے دنیا کا فائدہ تو مل جائے مگر آخرت کا ثواب جاتا رہے۔ وہ اپنے معاملات، برتاؤ اور معاشرت میں حسن انجام کو ملحوظ رکھتا ہے۔ اس کی نشان یہ ہے کہ وہ دنیا میں نیک عمل کرنے کی توفیق مانگتا ہے، اپنی دعاؤں اور عبادتوں سے وہ نیک عملی، نیکوکاری کی استعداد اور طاقت طلب کرتا ہے اور آخرت میں اس نیک عملی اور نیکوکاری کا نیک پھل مانگتا ہے۔ وہ دنیا و آخرت دونوں کی فلاح و بہبود چاہتا ہے، دونوں کو ساتھ ساتھ لے کر چلتا ہے، دنیا میں اعلیٰ اخلاق اور عمدہ معاملات کرتا ہے، آخرت کے لئے توشہ بناتا ہے اور اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا ہے کہ مجھے دوزخ کی آگ سے بچا، جنت میں جگہ دے اور فلاحِ دارین عطا کر۔ اور درحقیقت بہترین انسان کی زندگی کا معیار یہی ہے کہ وہ اپنی زندگی اور موت کے معاملات میں دنیا اور آخرت دونوں کو پیش نظر رکھے اور جہنم کے عذاب سے ہر گھڑی ڈرتا رہے۔

دنیا کے طالب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :-

اَلدُّنْیَا جِیْفَۃٌ وَطَالِبُھَا کِلَابٌ۔

دنیا مردار ہے اور اس کے طالب کُتّے ہیں۔

چنانچہ اکثر یہی دیکھا گیا ہے اور واقعات اس کے شاہد ہیں، کہ دنیا طلبی اور حرص و لالچ کے مرض

ہیں وہی لوگ مبتلا ہوتے ہیں جو اخلاق میں پست، معاملات میں کھوٹے، برتاؤ میں خود غرض، آخرت کے انکاری، حاسد اور عارضی فائدوں کے دیوانے ہوں۔ اُن کی نگاہ ہمیشہ قریبی نفع پر ہی رہتی ہے۔ یہ لوگ دیرپا نتائج کو نظرانداز کر دیتے ہیں۔ ہر کام میں وہ اسی چیز کے متمنی رہتے ہیں جس کا جلدی سے انہیں پھل مل جائے۔ صبر اور عمل کی طاقت اُن میں نام کو نہیں ہوتی اور اللہ پر یقین رکھنے اور اسے ماننے کے باوجود وہ اس دوڑ دھوپ اور کوشش میں اس قدر مگن ہو جاتے ہیں کہ اگر عبادت کریں، اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں یا اور کوئی نیک کام بھی کریں تو اس میں بھی اُن کا مقصد صرف دنیاوی فائدے حاصل کرنا ہوتا ہے۔

وہ اللہ تعالےٰ کو صرف اس لئے پکارتے ہیں کہ وہ ان کے پاس روپے پیسے کے ڈھیر لگا دے، اُن کی مادی ضروریات پوری کر دے۔ جہاد میں اس لئے حصہ لیتے ہیں کہ مالِ غنیمت ہاتھ آ جائے، حج اس لئے کرتے ہیں کہ تجارتی فائدے سمیٹ لیں، نماز اور زکوٰۃ اس لئے ادا کرتے ہیں کہ لوگوں کا اعتماد حاصل کر لیں اور اس سے ناجائز فائدہ اٹھائیں۔ ان لوگوں کے نزدیک جنت اور آخرت کی نعمتیں کوئی شے نہیں۔ وہ قیامت کو ایک بیکار عقیدہ سمجھتے ہیں۔ مرنے کے بعد یقینی زندگی ان کے خیال میں ایک انہونی سی بات ہے۔ مکافاتِ عمل کا عقیدہ وہ نہیں مانتے۔ ان کے نزدیک زندگی صرف دنیا ہی کی ہے اور کامیابی صرف دنیاوی ہی ہے۔

آخرت پر ایمان

یاد رکھیے! آخرت کا انکار کرنے والے اور مکافاتِ عمل کے عقیدہ میں شک لانے والے کھلی گمراہی میں مبتلا ہیں اور منافقانہ اور کافرانہ روش اختیار کئے ہوئے ہیں — دنیا ہماری مسلسل زندگی کا ایک مختصر سا حصہ ہے۔ باقی اور ہمیشہ رہنے والی زندگی ہمیں موت کے بعد ہی نصیب ہو گی۔ وہ ہمارے ان اعمال کا پھل ہو گی جو ہم دنیا میں کرتے ہیں — آخرت کی زندگی ابدی اور نہ ختم ہونے والی زندگی ہے۔ اور اسی کی کامیابی اصل کامیابی ہے۔ ہر مسلمان اس عقیدہ پر ایمان رکھتا ہے اور یہ دین کے بنیادی عقائد میں سے ایک ہے۔ اس کا انکار کرنے والا کسی حالت میں مسلمان نہیں ہو سکتا۔

موت اور انتقال

محترم حضرات! غیر مسلم کی زندگی اس خیالِ باطل میں صرف ہو جاتی ہے کہ موت زندگی کی آخری منزل ہے حالانکہ یہ قطعی غلط ہے — اصل زندگی تو شروع ہی موت کے بعد ہوتی ہے۔ اسی لئے عام اصطلاح میں موت کو انتقال کہا جاتا ہے۔ اور مسلم اس لئے اپنی زندگی کو فانی خیال نہیں کرتا — وہ سمجھتا ہے کہ اس زندگی کے بعد فقط نقل مکانی ہو گی اور اس کے بعد اگر نیک اعمال کئے ہوں گے تو قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بن جائے گی اور اگر بُرے کام کئے ہوں گے تو دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا بن جائے گی۔

یہاں یہ بات بھی ہرگز نہ بھولیے کہ نیک اعمال صرف وہی ہیں جو اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے مطابق محض رضائے الٰہی کے لئے کئے جائیں۔ اور یہی اعمال بالآخر توشۂ آخرت بنیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

مسلمان کا نظام العمل

برادرانِ اسلام! یاد رکھیے! آپ کی دنیوی اور اخروی زندگی کے لئے نظام العمل قرآن ہے اور آپ کے لئے بہترین نمونہ اور قرآن عزیز کی عملی تصویر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ط

پس اے میرے مسلمان بھائیو! اپنی زندگی کے لمحات قرآن عزیز اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق گذاریئے۔ دنیا میں عزت پانے اور کامیابی حاصل کرنے کے لئے ہر جائز طریق پر عمل کر کے سرمایہ اور دولت بے شک اکٹھی کیجیے۔ تجارت اور حکمت کیجیے، ملازمت کیجیے یا جو جی چاہے وہ پیشہ اختیار کیجیے لیکن آخرت میں عزت پانے اور کامیابی حاصل کرنے کے لئے سرمایۂ اعتقادات میں اپنے اندر توحید کا ایسا رنگ پیدا فرمایئے کہ جس میں شرک کا شائبہ بھی نظر نہ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری رسول اور مطاعِ مطلق مانیے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور اعمالِ صالح بجا لائیے اور خلق اللہ میں سے کسی کی حق تلفی نہ کیجیے تاکہ آپ کی نجات ہو جائے اور اس طرح آپ دنیا و آخرت دونوں میں کامیاب ہو جائیں۔

وما علینا الا البلاغ

بحضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم
نعت

تیری نظر سے اُٹھ گئے منزلِ عشق کے حجاب
قافلۂ حیات تھا دیر سے ورنہ محوِ خواب

تیرے کرم سے آج بھی اہلِ جہاں ہیں فیض یاب
تیرا پیامِ زندگی، تیرا پیامِ انقلاب

آپ کے فیض و لطف سے رونقِ بزمِ کائنات
آپ کی راہ گذار کے ذرے ہیں مہر و ماہتاب

تجھ سے ہوئی جہان میں عظمتِ آدم آشکار
تیرے کرم سے کھل گئے دہر پہ زندگی کے باب

ختم ہوئی ہیں آپ پر حق کی تمام نعمتیں
آپ ہیں آخری نبی، آخری آپ کی کتاب

محمد ظفر قریشی

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ○

تفسیر وارشادات :۔ حضرت مولانا عبیداللہ صاحب انور مدظلہ العالی
تحریر :۔ محمد عثمان غنی بی اے واہ کینٹ حال وارد لاہور

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى : اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ط بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط قَوْلُهٗ تَعَالٰى :

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ○ (البقرہ ۲)

پرہیزگاروں کے لئے ہدایت ہے۔

یعنی یہ وہ راستہ ہے جس میں کوئی کجی اور ٹیڑھا پن نہیں ہے۔ اس میں ٹھوکر لگنے کا کہیں بھی خطرہ نہیں ہے۔ ہدایت سے مراد شریعت کی سیدھی اور مستقیم راہ ہے۔ گویا قرآن زندگی کا مکمل دستور اور نظام ہے۔ یعنی زندگی کے ہر گوشے اور ہر موقعے پر چلنے کے لئے دینی اور دنیاوی دونو کی کامیابی کا پورے طور پر ضامن ہے اور قرآنِ حکیم میں اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی راہ پر چلنے والی قوموں کے حالات اپنی جگہ بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کرکے یہ ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی سیدھی اور صحیح راہ چھوڑ کر اور اللہ کے پیغمبروں اور نیک بندوں کی مخالفت کرکے اپنے آپ کو گمراہی کے گڑھے میں پھینک دیا۔

پھر قرآنِ حکیم نے بعض موقعوں پر گم کردہ راہ قوموں کے واقعات بیان کرکے یہ بتایا کہ راہِ ہدایت کو چھوڑ کر اور غلط لوگوں کے طریقہ پر چل کر انہوں نے نہ صرف صحیح طریقہ اور ہدایت سے منہ موڑ لیا بلکہ انہوں نے خدا کے پیغمبروں اور نیک لوگوں کی راہ چھوڑ کر گم کردہ راہ لوگوں کے طریقوں کو اپنا کر اپنے سچے مالک سے منہ موڑ لیا۔ جس کی سزا انہیں اس دنیا میں بھی ملی اور اس دنیا کے بعد قبر میں بھی اس کی سزا سے نہ بچ سکیں گے اور ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں اپنا ٹھکانا بنائیں گے۔

قرآنِ حکیم نے جہاں ہدایت کے صحیح اور کھرے کھرے اصول اور قاعدے بیان کئے ہیں وہاں اُن اصولوں کو اپنانے والی قوموں، جماعتوں اور گروہوں کی مثالیں پیش کرکے انسانی سوسائٹی کے لئے بڑی آسانی مہیا کر دی کہ تاریخ میں جو مصلح، ریفارمر اور بانیانِ حق و صداقت اور داعیانِ ہدایت کی زندگیاں پیش کرکے ان اصولوں پر چلنے والوں کی کامیابی کے روشن اصول اس خوبی سے واضح کئے کہ انسان میں خود بخود نیک بننے، نیک رستہ پر چلنے اور نیکوں کی راہ اختیار کرنے کا شوق اور جذبہ پیدا کر دیا۔

بخلاف اس کے دنیا میں جس طرح تاریکی اور روشنی یا نور و ظلمت دونو موجود ہیں اسی طرح اچھے اور بُرے لوگ بھی ہمیشہ ہی موجود رہے ہیں اور انہوں نے بُرے کام کرکے جو اصول اور بُرے طریقے اپنے پیچھے چھوڑے ہیں قرآن نے خدا کی گم کردہ راہ اور معذب قوموں کے سلسلہ میں کہیں کہیں ان کا تذکرہ کرکے یہ بات بھی اچھی طرح واضح کر دی ہے کہ اگر ہدایت کی راہ اختیار کی جائے تو اس دنیا اور آخرت کی کامیابی میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہ جاتا۔

انسان مجموعہ ہے روح اور مادہ کا۔ لہٰذا انسان کی ترقی میں روح اور مادہ دونو کا حصہ ہونا چاہئے — انسان کا مادی حصہ اسی زمین کی پیدا کردہ چیزوں سے تکمیل پاتا ہے مثلاً جو اشیاء اور چارہ غلہ وغیرہ کھا کر گائیں بھینسیں وغیرہ دودھ، مکھن، دہی، لسّی وغیرہ سے انسانی جسم پرورش پاتا ہے۔ اسی طرح سبزی ترکاری، پھل، پھلواری پیدا ہوتی ہے اس سے انسانی جسم غذا حاصل کرکے اپنے وجود کو پرورش کرتا ہے۔ اگر اناج، گوشت، پھل اور سبزیاں انسان استعمال نہ کرے تو اس کا جسم کمزور اور پژمردہ ہو جاتا ہے تو گویا انہی سبزیوں اور ترکاریوں کا خلاصہ ہے ہمارا وجود۔ اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ انسان روح اور مادہ کا مجموعہ ہے۔

اب اگر آپ روح پر غور فرمائیں تو جب انسانی وجود ایک لوتھڑے کی شکل میں ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اور چار ماہ گذرنے کے بعد عالمِ بالا سے حکمتِ خداوندی کے ساتھ اس کے اندر روح ڈال دیا جاتا ہے۔ پھر رحمِ مادر کے اندر نو مہینے تک روح اور جسم دونو اکٹھے پرورش پاتے ہیں اس کے بعد اس دنیا میں روح اور جسم انسانی شکل میں آ جاتے ہیں۔ پھر لطیف غذاؤں اور ماں کے دودھ سے اس کی تربیت شروع ہوتی ہے۔ اور جب جسمِ انسانی براہِ راست اس زمین کی سبزیاں، ترکاریاں، پھل وغیرہ کھانے اور ہضم کرنے کے قابل ہو جاتا ہے تو اس کا تمام تر انحصار اس دنیا کی مادی غذاؤں پر ہی ہو جاتا ہے اس کی رشد و ہدایت کی مدت پر پہنچنے کے بعد عالمِ بالا سے جو روح آئی تھی اس کی ترقی کا بھی اہتمام کر دیا جاتا ہے۔ یعنی سنِ بلوغ کو پہنچنے سے پہلے کلمہ، نماز، قرآن کے الفاظ اُسے سکھلانا شروع کر دئے جاتے ہیں۔ اور بلوغت کے ساتھ ہی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دوسری ذمہ داریاں بطورِ فرض اُس پر عائد ہو جاتی ہیں۔

اب گویا روح اور جسم دونو کی تربیت کے لئے برابر کی غذا جاری کر دی جاتی ہے۔ جس طرح جسم یہاں سے مادی چیزوں کے ساتھ ترکیب پاتا ہے اور کمال کی انتہا تک پہنچتا ہے۔ اسی طرح روح عالمِ بالا سے آئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو ترقی اور کمال تک پہنچانے کے لئے اس کی غذائیں عالمِ بالا سے بھجوائیں۔ جن میں سے قرآن کی تلاوت، پنجوقتہ نماز، روزہ، حج وغیرہ یہ سب انسانی روح کی جِلاء

اور بقاء اور اس کے درجۂ کمال تک پہنچنے کے لئے روحانی غذاؤں کی وہی قدر و قیمت ہے جو جسمانی غذاؤں کی اس مادی دنیا میں۔

اب انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ جس خالق کائنات نے انسان کو اس کائنات کا خلاصہ اور اشرف ترین مخلوق اور اس زمین پر خلیفۃ اللہ قرار دیا ہے اسی سے دریافت کرنا چاہئے کہ آیا انسان کس رستے پر چل کر اپنی زندگی کے تقاضے پورا کر سکتا ہے اور اپنے مالک کی ذمہ داریوں کو نبھا سکتا ہے۔ سو صحیح بات یہ ہے کہ انسان کو زندگی جیسی نعمت عطا کرنے والی ہستی ہی اس کے لئے صحیح راہِ ہدایت متعین کر سکتی ہے — سو یہ حقیقت ہے اور تاریخِ عالم اس پر شاہد ہے کہ جب بھی انسان نے اپنے مالکِ حقیقی کے فرستادہ پیغمبروں اور ان کے نائبین کے بتائے ہوئے اصولوں اور دکھائی ہوئی راہ پر عمل کیا تو دنیا کی کامیابی اور کامرانی نے اس کے قدم چوم لئے اور ان اصولوں پر چل کر جن پر چلنے کے لئے پیغمبروں نے روشن راہ دکھائی صحیح معنوں میں ان پر عمل کر کے اپنی آخرت کی کامیابی کی ضمانت حاصل کر لی۔ لیکن جن بدقسمت انسانوں نے اپنے مالک اور رازق کی بتائی ہوئی راہِ ہدایت کو جھٹلایا اور اس کے بھیجے ہوئے رسولوں اور پیغمبروں سے منہ موڑا سو زمانہ شاہد ہے کہ انہوں نے دنیوی زندگی میں بھی منہ کی کھائی اور اپنی آخرت کی کامیابی بھی گنوا بیٹھے۔ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ط

سو یہ بات ایک روشن حقیقت کی طرح خوب ظاہر ہے کہ سیدھی اور مستقیم راہِ ہدایت وہی ہے جو آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ وغیرہ وغیرہ پیغمبروں نے اپنے اپنے زمانے میں اپنی اپنی قوموں اور ملتوں کو تلقین فرمائی اور چلتے چلاتے سردارِ دو عالم، آقائے نامدار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اور آپؐ کے مبارک اور مسعود زمانے سے لے کر تا قیامِ قیامت انہی کے بتائے ہوئے زندگی گذارنے کے شریعتِ اسلامی کے قاعدے اور ضابطے جو زندگی کی ہر ضرورت اور ہر موقع اور ہر حالت میں بلاشبہ اس دنیا کی ترقی اور کامیابی، عذابِ قبر سے نجات اور آخرت کی کامیابی اور سرخروئی کے صحیح معنوں میں ضامن ہیں۔

مگر یہاں یہ حقیقت پیشِ نظر رکھنا بہت ضروری ہے کہ صرف اصول و قوانین ہی دنیا میں اپنا لوہا منوانے کے لئے کافی نہیں بلکہ ایسے افرادِ کاملین کی ہمیشہ ضرورت باقی رہی ہے جو اُن اصولوں کو اپنا کر اور زندگی میں اپنی کامیابی اور دنیا میں اپنی شہرت اور ناموری کا سکہ منوا کر ان اصولوں کی کامیابی کا دنیا سے اعتراف کرا لیں لہٰذا ہر نماز کی ہر رکعت میں ہر مسلمان دعا کرتا ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ اے اللہ! ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔

اسلام میں انفرادیت سے زیادہ اجتماعیت پر زور دیا گیا۔ چاہے ایک مسلمان اکیلا ہی کیوں نہ نماز پڑھ رہا ہو مگر اپنی نماز میں وہ یہ الفاظ استعمال کرتا ہے نَعْبُدُ (ہم سب تیری ہی عبادت کرتے ہیں) نَسْتَعِيْنُ (ہم سب تجھی سے مدد چاہتے ہیں) اِهْدِنَا (چلا ہم سب کو) یہ ضمیر جمع متکلم کا صیغہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عبادت کرنے والا اپنی جگہ چاہے اکیلا آدمی ہی سہی مگر پھر بھی اس بات کا پورا لحاظ کیا گیا ہے کہ اکیلے آدمی کا بھی ملت کے ساتھ رابطہ قائم رہے۔ یعنی ہدایت کی درخواست تو اکیلا آدمی کر رہا ہے لیکن درخواست یہ ہے کہ "ہم سبھوں کو سیدھی اور صحیح راہ دکھا" یہ ہمہ وقتی رابطۂ ملی کا شرف سارے مذاہب میں صرف اسلام ہی کو حاصل ہے۔ کیا خوب کہا علامہ اقبال نے ؎

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

یہاں اب پھر اس بات پر غور فرمائیے کہ ہدایت کی راہ اس وقت تک اپنا اثر صحیح معنوں میں ظاہر نہیں کر سکتی جب تک کہ اس کے عملی نمونے انسانی سوسائٹی میں بکثرت دکھائی نہ دیں۔ اسی لئے قرآن میں یہ مطالبہ کیا گیا ہے صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (اے اللہ! تو ہمیں ان لوگوں کا راستہ دکھا جن پر تو نے انعام کیا ہے) تاکہ سیدھے راستے پر چل کر جو خوش قسمت کامیاب ہو چکے ہیں اور اپنے خالق اور مالک سے داد اور انعام پا چکے ہیں وہ لوگ انسانی معاشرے کے سامنے پیش کئے جائیں تاکہ یہ بھی ان کے طریقوں کو آسانی کے ساتھ اپنا سکیں۔ سو وہ انعام یافتگان سب سے پہلے نمبر پر تو انبیائے کرام کا سچا اور اچھا گروہ ہے۔ جن کی زندگی کے واقعات و حالات قرآن مجید کی اکثر سورتوں میں بار بار نقل ہوئے ہیں۔ اُن میں خاص طور پر اس پاکیزہ جماعت کے پاک ترین سردار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مبارکہ کا ایک ایک جزو تک محفوظ کر دیا گیا ہے۔ پھر اس کے بعد آپؐ کے صحیح نائبین اور سچے جانشینوں نے اس راہِ ہدایت کو جاری رکھا۔ سو یہ اس سلسلے میں علمائے امت، اولیائے ملت، صدیقین، شہیدانِ راہِ حق اور عام صالحین نے اپنے اپنے دور میں اپنی اپنی جگہ پر بعد میں آنے والوں کے لئے صحیح اور سچا نمونہ پیش کر کے اپنا فرض ادا کیا۔ چنانچہ خود قرآن ایک دوسرے مقام پر انہی انعام یافتگان کی فہرست کے بعض عنوانات اس طرح گنواتا ہے۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۙ (النساء ع ۶۹)

ترجمہ: اور جو شخص اللہ اور اس کے رسولؐ کا فرمانبردار ہو تو وہ اُن کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا۔ وہ نبی اور صدیق اور شہید اور صالح ہیں اور یہ رفیق کیسے اچھے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے پاکباز اور ہدایت یاب نبیوں، ولیوں، شہدا، اور صالحین کا دامن مضبوطی سے تھامنے کی تھامنے کی توفیق عطا فرمائے۔ کیونکہ دراصل انہی کی راہ ہدایت کی اصلی اور سچی راہ ہے اور یہی هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۙ کے اصلی مصداق ہیں۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

ایم عبدالرحمٰن لودھیانوی، شیخوپورہ

تاریخِ اسلامی تمدّن

سب سے زیادہ دلچسپ تاریخ اسلامی تمدّن کی ہے۔ بڑے بڑے مغربی محققوں نے اسلامی تمدّن پر بڑی ضخیم کتابیں لکھی ہیں۔ اور بہت کچھ تحقیق اور تنقید کے بعد داد دی ہے مگر ابھی تک کوئی کامل تاریخ تمدّن اسلام کی نہیں لکھی گئی۔ اس سے بہتر و دلکش مضمون تمام اسلامی دنیا میں نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اس تمدّن نے نہ صرف ایک نیا عالم دنیا میں قائم کر دیا بلکہ وہ قدیم تمدّن سلطنت مشرقی اور کسریٰ کے جنہوں نے صدیوں تک مہذّب حصۂ عالم پر حکومت کی ہے۔ سب اسلامی تمدّن کے آگے گرد باد ہو گئے۔ اور اب ان کا دھندلا سایہ بھی نظر نہیں آتا۔ اسلامی تمدّن کی ابتداء حضورِ انور پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ بعثت سے سمجھنی چاہئے۔ ابتدا میں وہ تمدّن عرب کی چار دیواری میں محدود رہا لیکن خلفائے راشدین نے عرب کے صحراؤں کو عبور کر کے اس تمدّن کو ان مہذب اقوام عالم کے آگے پیش کیا جو مدّت سے تہذیب کا حد زمانہ سے لے چکی تھیں۔ اور جنہیں اپنے علوم و فنون و اعلیٰ درجہ کی معاشرت پر بڑا گھمنڈ تھا۔ اسلامی تمدّن کی اشاعت کی سرگذشت حیرت انگیز ہے جس پر غور و خوض کرنے سے عجیب عجیب انکشافات ہوتے ہیں۔ مہذّب اقوام کا اس کو قبول کر لینا اور اپنے دیرینہ تمدّن کو یکدم چھوڑنے کا ایک خاص راز ہے جس کا ہم نے اس مضمون میں پتہ لگانا ہے۔ اس راز کا پتہ لگانے سے ہمیں بہت سے غیر معلوم نتائج کا اظہار ہو جائے گا اور ہم ایک حد تک خدا کے فضل سے اس میں کامیاب ہوں گے۔

اسلامی تمدّن کے اسباب کیا تھے؟ کون سا سرچشمہ تھا جس سے اس عظیم تمدّن کی سوت نکلتی تھی۔ کیا عمدگی اور آسانی تھی جس نے تمام عالَم پر فتح پائی۔ ان تمام باتوں کا کھوج ہمیں اقوالِ رسول مقبول اور آثارِ صحابہؓ میں ملتا ہے۔

زمانہ بعثت سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک آپؐ کا ایک ایک لمحہ، آپؐ کی نشست و برخاست آپؐ کا، اکل و شرب، آپ کی ہدایات، آپؐ کا چلنا پھرنا اسلامی تمدّن کے خاص سرچشمے ہیں۔ زمانہ بچپن ہی سے اگرچہ ابھی نبوّت کا زمانہ بہت دور تھا آپؐ کی اصلی تعلیم کا آغاز ہو چکا تھا آپؐ کی غیر معمولی صداقت، معاملہ فہمی اور محبت اس بات کا کامل ثبوت تھیں کہ خداوند تعالےٰ نے اس مقدس نفس کو دنیا میں ایک عظیم تمدّن پیدا کرنے کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔

جوں جوں آپؐ بڑے ہوتے گئے آپؐ سے ایسے واقعات ظہور میں آتے گئے جنہوں نے نبوّت کا اعلان ہوتے ہی اپنا بیّن نتیجہ دکھا دیا۔ یعنی خود آپؐ کے بزرگ آپؐ پر ایمان لائے۔ ایک بچہ جو اپنی گودیوں کا کھلایا ہوا ہو، جس نے اپنے سامنے پرورش پائی ہو، جو شیر خوارگی کی حالت سے اپنے سامنے بڑھا ہو اس پر یک لخت ایمان لانا اور اس کو اپنا بزرگ، اپنا پیشوا اور ہادی سمجھنا اور اس کی اطاعت مثل غلاموں کے کرنا یہ ایک عجیب راز ہے جو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی راستبازی کی تہ میں چھپا ہوا ہے۔

وہ ہدایات یا وہ باتیں جو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانۂ نبوت سے پہلے کیں ان کا بہت سا حصّہ اس وقت منضبط نہیں ہے تو بھی نبوت کے بعد کے حالات سے ہم اس امر کا اچھی طرح پتہ لگا سکتے ہیں۔ اور ہر معاملہ سے حضورؐ کی سچی بزرگی، صداقت اور غیر معمولی پرہیزگاری ظاہر ہوتی ہے۔

جب حضورؐ نے خداوند تعالیٰ کے حکم سے اپنی نبوّت کا اعلان کیا ہے اس وقت سے لے کر زمانۂ وصال تک حضورؐ کا ایک ایک لفظ ایک زبردست قانون ہے۔ جس کا وزن اسلامی دنیا بلکہ مسیحی دنیا کے محقق عالم اچھی طرح کر سکتے ہیں۔ قرآنی نزول اور اس کا انضباط اور تحفظ مسلمانوں کے احتیاط اور اسلامی شیفتگی کی ایک کامل نظیر ہے۔ وہ ہزارہا صحابہ جن کو قوتِ حافظ مثل اور صفات کے ورثہ میں ملی ہوئی تھی اپنے آخرالزماں نبیؐ کی نہ صرف ان الفاظ پر جنہیں آپ وحی کے القا ہونے کے وقت فرماتے تھے بلکہ اور لفظوں پر بھی جو ہر وقت اصلاحِ مسلمین کے لئے آپ کی زبان مبارک سے نکلتے تھے۔ اس قدر غور و شوق سے سن کر ضبط کر لیتے تھے۔ جیسا کہ ان کے دل پر کسی نے نقش کر دیا ہو۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک ایک روحانی مشین تھی جس سے صحابہؓ کے دلوں پر نقوش کندہ ہونے تھے۔ حضورؐ کا ایک ایک لفظ صحابہؓ کے لئے ایک زبردست قانون تھا۔ اسی لئے ہر صحابی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے کچھ سننے اور اسے یاد رکھنے کا ایک ایسا شوق تھا جس کو ہم الفاظ میں ادا نہیں کر سکتے۔ تعجب سے یہ بات دیکھی جاتی ہے کہ جس قرآن مجید کی ۲۳ سال میں تکمیل ہوئی ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عرصۂ دراز میں مختلف اوقات میں اس قرآن مجید کو حسب نزول صحابہؓ کو سنایا اور وہ بغیر خاص طور پر یاد کراتے اس طرح سے ہزارہا صحابہؓ کو یاد ہو گیا گویا انہیں کسی نے باقاعدہ یاد کرایا ہو۔ جنگ یمامہ تک چونکہ ہزارہا صحابہؓ قرآن مجید کے حافظ موجود تھے اس لئے کسی کو بھی قرآن مجید کے ایک جگہ جمع کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ مگر جب یمامہ کی لڑائی میں ایک کثیر تعداد صحابہؓ کی شہید ہو اس وقت یکایک حضرت فاروقِ اعظمؓ کے دل میں ایک خوف پیدا ہوا کہ مبادا حافظ قرآن صحابہؓ کم ہوتے ہوتے

باقی صد ۱۲

مضطر گجراتی

سیرت قدسی کی چند جھلکیاں

عکاظ کا مشہور میلہ اپنے شباب پر ہے۔ جہاں تک نگاہ کام کرتی ہے۔ انسانوں کے ہجوم کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ علم و ہنر کے ماہرین شعر و خطابت کے یکہ تاز اور زبان و ادب کے شہسوار اپنی اپنی مجلسیں جمائے اپنے اپنے جوہر دکھانے میں مصروف ہیں۔ سپہ گری کے نامور فن کشتی کے امام اور نیزہ و شمشیر کے مشاق اپنے اپنے کمالات کا مظاہرہ کرکے داد وصول کر رہے ہیں۔ جوانان رعنا شراب کی صراحیوں پر جھکے پڑتے ہیں۔ فحاشی کے راگ رندی و ہوسناکی کی آگ تیز کر رہے ہیں۔ اور معصیت کی بدمستی انگڑائیاں لے لے کر فضا میں ابھر رہی ہے۔

اس ہنگامہ زار فسق و فجور میں جمال فطرت کا مقدس پیکر ٹیلے پر کھڑا توحید الٰہی کا نورانی پیغام سنانے میں سرگرم ہے۔

لوگو۔ بُرے کام چھوڑ دو۔ تمہارے معبود جھوٹے ہیں۔ جن کو تم پوجتے ہو وہ پتھر کے بے جان پتلے تمہارے ہی اپنے ہاتھوں کے تراشیدہ ہیں۔ جو نہ تمہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع۔ تمہارا خالق و معبود ایک ہی ہے۔ جو زمین و آسمان کا خالق اور تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اسی کی طرف رجوع کرو۔ اور کفر و شرک سے باز آؤ۔ ایسا نہ ہو۔ کہ تمہارا بھی وہی حشر ہو۔ جو تم سے پہلے سرکش کافروں اور مشرکوں کا ہو چکا ہے۔

لوگ (حیرت سے) "ہم نے تو ایسی بات اپنے باپ دادا سے نہیں سنی"

جی نہیں۔ ہم تو اسی طریقے پر چلینگے جس پر ہم نے اپنے بڑوں کو چلتے پایا"

ہم ان بتوں کی پرستش کیسے ترک کردیں۔ جو خدا سے ہم کو نزدیک کرتے ہیں۔

الہامی آواز پھر بلند ہوتی ہے

"اگر زمین و آسمان میں خدا کے سوا اور معبود ہوتے۔ تو زمین و آسمان کبھی کے برباد ہو گئے ہوتے۔

جواب میں صرف قہقہے بلند ہوتے ہیں دل اس مسکت دلیل کا جواب نہیں رکھتے مگر کافر زبانیں ساتھ نہیں دیتیں۔

اللہ کا جلیل القدر نمائیندہ دوسرے گروہ کی طرف رُخ کرتا ہے۔

"خدا کا فرشتہ جبرئیلؑ میرے پاس خدا کے احکام لاتا ہے۔ خدا وحدہ لاشریک ہے۔ اور صرف وہی عبادت کے لائق ہے"

کفار شور و شر کے طوفان میں اس مقدس آواز کو گم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

نبوت کی زبان حق ترجمان کچھ دیر کے لئے رُکتی ہے۔ پھر کھلتی ہے۔

"اے قوم! دنیا کے کام ہوتے ہی رہیں گے۔ تم مجھ سے دین کی کچھ باتیں سن لو۔ جن پر تمہاری اُخروی نجات ہی نہیں۔ بلکہ دنیوی فلاح و بہبود کا بھی انحصار ہے۔

مختلف آوازیں۔ بڑا فصیح شاعر ہے۔

"مجنوں ہے"

"اعلیٰ درجہ کا ساحر ہے"

عرب کے فصحاء و بلغاء خطابت کی تاثیر سے چکر میں آجاتے ہیں۔ سوچتے ہیں۔ کہ مکہ کے اس یتیم اُمی کو دفعتہً فصاحت و بلاغت کا انتہائی کمال کس نے بخش دیا؟ پتھر کو گداز کردینے والی قوت کلام کس نے عطا کردی؟ اس اعجاز نما طرز بیان کا خالق کون ہے؟ خطبا کا جوش سر گریباں اور شعرا کا زعم انگشت بدنداں ہے۔ لونڈے تالیاں بجاتے اوباش گالیاں بکتے اور بدمعاش ڈھیلے مارتے نبی رحمتؐ پر ہجوم کرتے ہیں۔ فرق نورانی جگہ جگہ سے مجروح اور جسد اطہر ضربات بے پناہ سے نڈھال ہو جاتا ہے۔ مگر زبان اقدس پر اف اور جبین منور پر شکن نہیں آتی۔ مجبوراً خالق کائنات کا محبوبؐ تیسرے گروہ کی طرف چل پڑتا ہے۔ اسی صبر آزما سعی میں شام ہو جاتی ہے۔ اور عکاظ کے شائقین سے میدان صاف ہو جاتا ہے۔

(●)

آواز حق کو دبانے کے لئے قریش مکہ تضحیک و استہزا کی حدود سے گزر کر تشدد پر اتر آئے ہیں۔ ذرا دیکھنا۔ دوپہر کی جلتی ریت پر منہ کے بل کس مجسمہ صبر کو لٹا دیا گیا ہے۔ کہ بدن پر آبلے نمودار ہو گئے ہیں۔ یہ کس حق نوا کے ننگے بدن پر کوڑے برس رہے ہیں۔ کہ کھال اُدھڑتی چلی جاتی ہے۔ یہ کون جانباز ہے۔ کہ جس کے جسم کو آگ پر سُرخ کئے ہوئے لوہے سے داغا جارہا ہے؟ یہ تلوار اور برچھیوں کے کچوکے کس مرد جلیل کی قسمت میں ہیں؟ یہ کون سرفروش ہے۔ جس کے سینے پر تپتے ہوئے پتھر کی گرم اور بوجھل سلیں رکھ دی گئی ہیں۔ کہ دم گھٹا جاتا ہے۔ یہ کس صبر کوش کو اونٹ کی ٹانگوں سے باندھ کر گھسیٹا جارہا ہے۔ کہ بازو شانوں سے اُکھڑے جاتے ہیں۔ ذرا استقامت و عزیمت کے ان دلگداز مناظر کو دل کی نگاہیں کھول کر دیکھو اور پرستاران حق کے لبوں کی جنبشوں کو ہوش کے کان لگا کر سنو۔ یہ فدایانِ رسولؐ حضرت عمارؓ۔ یاسرؓ۔ سمیہؓ۔ عامرہؓ۔ ابوفکیہہؓ اور خباب ابن الارث رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں۔ بظاہر مشرکوں کے زرخرید غلام مگر بباطن فرزندان اسلام ہیں۔ بارک اللہ کیا ہی مقدس نشہ ہے۔ کہ انتہائی ظلم و تشدد کے باوجود کم ہونے کی بجائے بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔

اے آسائش دنیوی کے گہواروں میں جھومنے والو! سنو۔ یہ اَحَدٌ۔ اَحَدٌ۔ کی دلکش پکار کدھر سے آرہی ہے۔ ارے یہ اُمیہ بن خلف کے غلام بلالؓ حبشی ہیں۔ اُف۔ اُف۔ کس بے دردی سے مشکیں کسی گئی ہیں۔ کہ جنبش کرنا محال ہے۔ ریگزار کے ذرّے شعلے اُگل رہے ہیں۔ مگر ظالم و سنگدل آقا نے ریت پر لٹا کر سینۂ بے کینہ پر پتھر رکھوا دئیے ہیں۔ اس پر تاکید ہے۔ کہ دُرّے مارے جائیں۔ جب تک دین محمدی کا حلقہ بگوش دوبارہ اپنے آپ کو معبودان باطل کے حوالے نہ کردے اس اذیت و ابتلا کا جانسوز منظر وقت کی بے مروت نگاہیں کئی دن سے دیکھ رہی ہیں۔ بدن زخموں سے چور اور دم شدتِ عطش سے ہونٹوں پر آگیا ہے۔ مگر درے کی ہر ضرب شدید پر احد کی صدا زبان سے برابر نکل رہی ہے راہ چلنے والے بہیمانہ سلوک کو دیکھتے ہوئے گزر جاتے ہیں۔ لیکن انسانیت کی پامالی پر کوئی آنکھ نمناک نہیں ہوتی البتہ اس کی استقامت پر بعض کو تعجب ضرور

(باقی ص۱۸ پر)

اصلاحِ معاشرہ کی تدابیر

مولانا احتشام الحسن کاندھلوی

ہر کام خواہ کتنا ہی معمولی اور سہل ہو۔ ابتدا میں کچھ دشواریاں رکھتا ہے۔ انسان خواہ کتنا ہی سختیوں کا خوگر ہو چکا ہو پھر بھی اسے ہر نیا کام دشوار نظر آتا ہے۔ اور یہ دشواریاں درحقیقت اس کے ارادہ اور ہمت کی کمزوری کا عکس ہوتی ہیں۔ اگر ارادہ میں پختگی ہو تو پھر کوئی دشواری دشواری نہیں۔ اس لئے ابتدائے کار میں دشوار گذار گھاٹیاں نظر آئیں گی اور راستہ روکیں گی مگر صبر اور استقلال اور ارادہ کی پختگی سب کو دھواں بنا دے گی اور راستہ سہل اور صاف ہو جائے گا۔ انسان کی اصل فطرت نیکی اور نیک روی ہے۔ مگر بدی کے پورے جذبات بھی اس میں پائے جاتے ہیں۔ جن کو ابھارنے کے لئے دو قوتیں نفس[1]، شیطان[2] پیدا کئے گئے۔ پھر ان دونوں قوتوں کے مقابلہ اور اصل فطرت کے نشو و نما کے لئے ایک زبردست قوت انسان کو عطا کی گئی ہے اور وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا محکم یقین و اذعان ہے۔ تو گویا یہ کلمہ اصل فطرت کے ابھار اور نشو و نما کے لئے مقناطیسی آلہ بھی ہے اور غیر فطری جذبات کے دفعیہ اور نفس و شیطان کے مقابلہ کے لئے فولادی ہتھیار بھی، ہر قوت اس کے سامنے سرنگوں۔ پس جو اس قوت کے ساتھ جس قدر وابستہ ہو گیا اسی قدر ابھرا، بڑھا اور چمکا اور دنیاوی قوتیں اس کے روبرو زیر ہوتیں اور جو اس قوت کے مدِمقابل آیا پاش پاش ہوا۔

اس کلمہ کے یقین کو دل میں پیدا کرنا ہے اور اس حد تک پیوست کرنا ہے کہ رگ و ریشہ میں سما جائے پھر انسان کی زندگی کا نرالا دور شروع ہوتا ہے اور وہ پرواز نصیب ہوتی ہے کہ ہفت افلاک بھی زیر دکھائی دینے لگیں۔

یہ ہے دل کی دنیا کا انقلاب جس کے لئے پہلے خفتہ دل کو جگانا ہوگا، سنگدل کو نرمانا اور گرمانا ہوگا۔ کچھ باتوں کو کرنا اور کچھ کو چھوڑنا ہوگا۔ اور یہی فرق ہے مومن اور کافر کے درمیان۔ کافر چونکہ اس حقیقت کا منکر ہوتا ہے اس لئے بظاہر آزاد ہوتا ہے جو چاہتا ہے سو کرتا ہے۔ مومن چونکہ اس حقیقت پر یقین رکھتا ہے اس لئے اس کا حرکت و سکون حکمِ خداوندی کے ماتحت ہوتا ہے۔ اور حکمِ خداوندی کے خلاف ایک قدم بھی اٹھانے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اسی فرق کی جانب اس حدیث میں ارشاد ہے۔ اَلدُّنْیَا سِجْنٌ لِّلْمُؤْمِنِ وَ جَنَّۃٌ لِّلْکَافِرِ۔ یعنی دنیا مومن کے لئے بمنزلہ قیدخانہ کے ہے اس لئے کہ اس کو ہر کام میں حکمِ خداوندی کی پابندی لازمی ہے اور کافر کے لئے بمنزلہ باغ و بہار کے ہے۔ اس لئے کہ اس نے اپنے کو احکامِ خداوندی سے آزاد بنا رکھا ہے اور مجرم و خود مختار بنا ہوا ہے۔

اب جب کہ اسلام اور کفر کے مقتضیاتِ زندگی، تصورات اور اعمال سب جدا جدا ہیں تو لامحالہ ہمیں کفر کی باتوں کو چھوڑ کر اسلام کی باتوں پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہونا ہے ورنہ نام اسلام کا ہوگا اور کفر کی رو میں بہہ جائیں گے — کوشش اسلام کے عروج کی ہوگی اور فروغ کفر و فسق کو ہوگا — العیاذاً باللہ — مختصراً یہ کہ:۔

۱۔ ان تمام امور سے اجتناب کیا جائے جو فسق و عصیان اور کفر و طغیانی کی طرف کشش کرتے ہیں یعنی

(الف) ادبی رسالوں اور اخباروں کا مطالعہ بند کیا جائے جو دین سے بے ذوقی اور اخلاقی کمزوریاں پیدا کر رہے ہیں۔ اپنے بچوں اور بچیوں اور متعلقین کو مخرب عادات کتابیں اور رسائل پڑھنے سے باز رکھیں — اور ایڈیٹرانِ رسائل سے باادب گذارش کریں کہ وہ اس قسم کے مضامین اور تصاویر شائع نہ کریں جن سے بچوں کے اخلاق پر بُرا اثر پڑے۔ بطور احتجاج ان رسالوں کی خریداری اور سرپرستی بند کر دیں۔

(ب) آلاتِ لہو و لعب، گراموفون، ریڈیو وغیرہ کو بالکل ترک کر دیا جائے۔ ورنہ کم از کم اتنا ضرور کیا جائے کہ ان کے ذریعے فحش باتیں، فحش گانے کانوں میں نہ پڑیں۔ اور اس کے سننے کے اوقات کو اس قدر محدود کر دیا جائے کہ اس کی وجہ سے اوقات ضائع اور پراگندہ نہ ہوں۔

(ج) تھیٹر و سینما، بائیسکوپ وغیرہ لغویات کو خود بھی چھوڑیں اور اپنے متعلقین اور احباب کو بھی ان کے دیکھنے سے منع کریں۔

(د) فضول خرچی اور اسراف سے خود بھی بچیں اور اپنے گھر کے چھوٹوں اور بڑوں کو بھی بچائیں۔ اور ایسی سادہ معاشرت اختیار کریں جس سے اسلامی شان اور اسلاف کا نمونہ نمایاں ہو۔

(ہ) عورتوں اور بچیوں سے نہ اس قدر غفلت برتیں کہ وہ بالکل بے شعور رہیں اور نہ ان کو اس قدر آزاد چھوڑیں کہ فتنہ بن جائیں۔ بلکہ حدودِ شریعت اور حفاظتِ شرافت کا لحاظ رکھتے ہوئے ان کو مذہبی، اخلاقی، خانگی تعلیم و تربیت میں مشغول رکھا جائے۔ بے حجابی، بے حیائی اور آوارگی سے روکا جائے۔

۲۔ انسان کا طبعی تقاضہ یہ ہوتا ہے کہ کسی نہ کسی کام میں مشغول رہے اگر طبیعت کو مجبور کرکے اس کو اچھے مشاغل کا عادی بنا لیا جائے تو پھر وہ مشاغل اس کی طبیعت بن جاتے ہیں۔ ورنہ طبیعت بیہودہ مشاغل میں پھنس کر ان کی عادی ہو جاتی ہے۔

یا پھر بیکاری کا مہلک مرض لاحق ہو جاتا ہے جس سے کم لوگ شفایاب ہوتے ہیں اس لئے بیہودہ مشاغل کو چھوڑنے کی اس کے سوا کوئی تدبیر نہیں ہے کہ انسان اپنے کو زبردستی اچھے کاموں میں مشغول کر لے۔ پھر رفتہ رفتہ طبیعت خود ان کی عادی ہو جائیگی اور ذوقِ صحیح پیدا ہو جائے گا — مثلاً :—

(الف) عبادتِ الٰہی میں مشغول رہنا۔ ہر وہ کام جو خدا کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے شریعتِ محمدیہ کے موافق انجام دیا جائے، عبادت ہے۔ چونکہ تمام دنیوی ضروریات خدا ہی کی لگائی ہوئی ہیں اور ان کو پورا کرنے کا انسان مامور بھی ہے۔ اس لئے اپنی تمام ضروریات کو خدا کا حکم سمجھ کر شریعت محمدیہؐ کے موافق اور خدا اور رسولؐ کی رضا کے لئے پورا کرے۔

اگر سارا وقت اس طرح نہ گذار سکے تو کوشش کرے کہ دن رات میں زیادہ سے زیادہ کام اللہ اور اس کے رسولؐ کی رضا کے لئے شریعت کے موافق ادا ہوں اور رات کو سونے سے پہلے اپنے دن بھر کے کاموں کا محاسبہ بھی کر لیا کرے۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کی رضا ایک ہی چیز ہے۔ جس بات سے رسولؐ راضی، اس سے خدا بھی راضی۔ اور یہ رضا شریعتِ محمدیؐ اور سنتِ نبویؐ کے اتباع کے بغیر حاصل ہونا محال ہے۔

(ب) فرائضِ خداوندی کو اہتمام اور عظمت کے ساتھ ادا کرنا بالخصوص فرض نمازوں کو نہایت شغف و دلبستگی اور عظمت و وقعت کے ساتھ ادا کرنا۔ جس قدر نماز کے ساتھ شیفتگی ہوگی اور وابستگی، اسی قدر فحش اور بُری باتوں سے نفرت اور بیزاری ہوگی — بشرطیکہ نماز کو نماز کی طرح ادا کرے۔ غفلت و مدہوشی سے اس کو ضائع نہ کرے۔

(ج) کچھ وقت روزانہ ادب و احترام کے ساتھ کلامِ ربانی کی تلاوت کرے۔ اگر معنی سمجھ سکتا ہو تو معنی اور مفہوم پر غور کرے۔ ورنہ مجبوراً بغیر سمجھے ہی وقعت و عظمت، ادب و احترام کے ساتھ تلاوت کرے۔

(د) کچھ وقت روزانہ درود و استغفار اور ذکر الٰہی میں بھی گذارے تاکہ اس کی نورانیت سے دل کا زنگ دُور ہو اور خفتہ دل غفلت و مدہوشی سے بیزار ہو۔

(ہ) مذہبی اور اخلاقی باتوں کا سیکھنا جس کی دو صورتیں ہیں :—

اوّل :— ایسے متقی، پرہیزگار بزرگوں کی صحبت میں بیٹھنا جو پابندِ شریعت اور متبعِ سنت ہوں جن کی مجالس جھوٹ، غیبت اور لوگوں کی برائیوں سے پاک ہوں اور دل اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت سے سرشار ہو۔ ایسی صحبت کیمیا تاثیر ہوتی ہے۔ جو پتھر کو بھی سونا بنا دیتی ہے۔ اگر ایسی صحبت نصیب نہ ہو تو بُری صحبت سے پرہیز زیادہ ضروری ہے۔ برائی جلد اثر کرتی ہے اور دیرپا ہوتی ہے۔

دوسرے :— مذہبی، علمی، اخلاقی، تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ، سیرت، اخلاق و تصوّف کی معتبر اور مستند کتابوں کا خود بھی مطالعہ کرے اور اپنے متعلقین اور گھر والوں کو بھی اس کی ترغیب دے۔

جب تک کہ مصنّف کی دیانت، امانت، تقویٰ اور صلاحیت پر پورا اعتماد نہ ہو، اس کی کتاب کا مطالعہ خطرناک غلطی ہے۔ کتاب مصنّف کے اثرات اور خیالات کا آئینہ ہوتی ہے اور انہی اثرات اور خیالات کو دل و دماغ میں بٹھاتی ہے۔ بالخصوص مذہبی کتابوں میں ان زہریلے اثرات سے بچنے کی زیادہ ضرورت ہے۔

مذہبی کتابوں کا مطالعہ تفریحِ طبع یا وقت گذاری کے لئے نہ ہو بلکہ اس لئے ہو کہ خدا اور اس کے رسولؐ کے احکام معلوم ہوں — اور اس کے مطابق عمل ہو تاکہ پوری زندگی شریعتِ محمدیؐ کے سانچے میں ڈھل جائے اور اسلام کا مجسّم نمونہ بن جائے۔

یہ چند باتیں اسلام اور مسلمانوں کی ترقی اور عروج کا اصل زینہ ہیں۔ اگر اس راہ پر خود چلنے اور دوسروں کو چلانے کی کوشش کی گئی تو قوی امید ہے کہ بہت جلد منزلِ مقصود پا لیں گے اور وہ تمام خرابیاں جن سے مسلمان تباہ و برباد ہو رہے ہیں۔ اور آفتابِ اسلام ماند پڑ رہا ہے۔ خود ہی ملیامیٹ ہو جائیں گی۔ انشاءاللہ تعالیٰ — مگر اس کے لئے کچھ قربانی، دلسوزی اور جانبازی درکار ہے تاکہ از سرِ نو امتِ مسلمہ کا رخ سیدھا ہو۔ اور وہ انقلابِ عظیم رونما ہو جائے جس نے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے سوئی ہوئی دنیا کو جگایا تھا —

جس میں نہ ہو انقلاب موت ہے وہ زندگی
روحِ امم کی حیات کشمکشِ انقلاب (اقبالؒ)

(وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ)

بقیہ : تاریخ اسلامی تمدّن

بالکل نہ رہیں پھر قرآن مجید آئندہ نسلوں کو اس حزم و احتیاط سے نہ پہنچے۔ یہ خوف محض اُس بے نظیر عشق کی وجہ سے تھا جو صحابہؓ قرآن مجید سے رکھتے تھے اور وہ قرآن مجید جو ان کے آخر الزمان نبی کی زبان مبارک سے پہنچا تھا اور یہ قرآن مجید جو آجکل کروڑوں مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے حضرت فاروقِ اعظم تعشق کی ایک کافی سند ہے جس سے بہتر سند دنیا کے اولوالعزم پیغمبروں کا کوئی حواری پیش نہیں کر سکتا۔ حضرت عمرؓ کا اس خوف کو اظہار کرنا تھا کہ کُل صحابہ قرآن مجید کے انضباط پر مائل ہو گئے اور سب نے مل کر موجودہ قرآن مجید کی ترتیب دی۔ ان کی ترتیب آسمانی ترتیب ہے اور اس ترتیب میں ضرور خداوند تعالےٰ کا ہاتھ شریک ہے۔ اس لئے کہ آج پورے چودہ سو برس سے اس ترتیب میں اختلاف پیدا نہیں ہوا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس ترتیب میں خداوند تعالیٰ کی مرضی شامل تھی۔

اس غیر معمولی عشق کا یہ نتیجہ ہے کہ آج حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہزارہا اقوال کا مجموعہ ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ اگرچہ نفس کے بندوں نے ان پاک اقوال میں اپنے خیالات کو بہت کچھ خلط ملط کر دیا تھا مگر جس طرح کہ جواہرات میں ٹھیکریاں الگ پہچانی جا سکتی ہیں اسی طرح ان لوگوں کے اقوال ہمارے علماء نے الگ چھانٹ دئے اور دودھ کا دودھ، پانی کا پانی علیحدہ کر کے دکھا دیا۔

(باقی آئندہ)

مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن لاہور

ایک نیا بِل

(گزشتہ سے پیوستہ)

۶۔ اگر اولاد کے نام بیع کرنا بھی بند کرا دیا جائے گا تو غیر کو ہبہ یا بیع کر کے اس سے منتقل کرا سکیں گے۔ صرف حکومت کا کورٹ فیس دو گنا ہو جائے گا بات وہی کی وہی رہے گی۔

۷۔ اگر اس کو بھی طول عمل سمجھا گیا۔ تو کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت باقاعدہ کر کے قیمت جس کو چاہے دے سکتے ہیں۔ لڑکا اس رقم سے دوسری جائداد لے لے گا۔ اور قانون دھرا کا دھرا رہ جائے گا۔

۸۔ رہن کرنے کی صورت بھی ہو سکیگی خواہ قلیل رقم لے کر یا فرضی دکھلا کر یا سابق قرضہ بتا کر۔ اور اگر رہن بھی اولاد کے لئے ممنوع قرار دے دیا جائے گا۔ تو رہن در رہن کا دروازہ پھر کھلا رہے گا۔ اگر ہر کسی کے نام بھی رہن کرنا قانون میں منع ہو جائیگا تو دنیا چیخ اُٹھے گی مگر پھر صدقہ و خیرات اور وقف کی صورت رہے گی وقف علی الاولاد یا صرف بیٹوں اور بیٹیوں کے بیٹوں سلسلہ در سلسلہ کے لئے یا وقف لوجہ اللہ ہو سکے گا۔ جس کو اپنی مرضی کے خلاف صرف نہ کرانا ہوگا۔ یہ ایسی صورتیں کر گزرے گا۔ اس لئے قانون بن کر بھی مثل نہ بننے کے ہو کر رہ جائے گا۔

۹۔ اگر سب کے لئے بیع رہن وقف صدقہ خیرات سب صورتیں قانون میں بالکل ہی بند کر دی جائیں گی گو ان کی وجہ بھی میراث شرعی کے خلاف کرنے کو بتا کر بند کرا دیا جائے۔ تو تمام ملک کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔

۱۰۔ اگر قانون ایسا بن ہی گیا کہ ہبہ اولاد کو نہیں ہو سکتا اگر ہو سکتا ہے۔ تو $\frac{1}{3}$ $\frac{2}{3}$ ورنہ کالعدم۔ اور پھر کسی شخص کے ایک بیٹا ایک بیٹی تھا۔ اس نے اسی طرح ہبہ کر دیا۔ لیکن بیوی کا کوئی حصہ نہ بن سکا۔ مرنے کے بعد $\frac{1}{8}$ جو اس کا حصہ بنتا وہ اس طرح خورد برد ہو گا۔ اس کی ذمہ داری قانون کی کوشش کرنے والوں پر بھی ہو گی۔ آخر بیوہ غریب کیا کرے گی۔

۱۱۔ اگر کسی کے صرف ایک بیٹی ہی بیٹی تھی۔ شرعاً وہ $\frac{1}{2}$ کی وارث بنتی تھی۔ وہ زندگی میں ہبہ کل کا لڑکی کے نام ہی کرنے لگا۔ اور قانون نے روک دیا تو میراث کے مطابق $\frac{1}{2}$ کا ہبہ تو ہو سکیگا اسی طرح اگر اس خیال سے بیٹیاں یا بیٹی نکال نہ دیں نصف جائداد روک کر نصف یا حسب میراث $\frac{2}{3}$ ان کے لئے ہبہ کر دی تھی۔ مرنے کے بعد اگر اس باقی حصہ کی میراث سے اُن کو محروم کیا جائے گا۔ تو ان کو شرعی حق سے محروم کرنا قانون سازوں کے جرم میں داخل ہوگا اور اگر پھر باقی میں سے $\frac{1}{3}$ یا $\frac{1}{2}$ ان کو ملے گا۔ تو باقی کا حقدار جو عصبہ بن رہا تھا۔ اس کے گلے پر چھری پھیرنے والا کون ہوا۔ عصبہ کا مطلب ہے۔ صرف لڑکی ہوتے باپ پھر بہن پھر دادا پڑدادا سکڑدادا وغیرہ کا کوئی بیٹا۔ پوتا پڑپوتا سکڑپوتا وغیرہ قریب تر ہیں

۱۲۔ اگر کسی کے بالکل کوئی اولاد نہیں بھائی بہن ماں باپ بیوی چچا تایا ان کے بیٹے پوتے کوئی نہیں کئی پشت اوپر کے کسی دادا کے پوتے کا پوتا یا سکڑپوتا ہے۔ تو شرعاً وہ وارث بنتا تھا۔ اس نے ایک کو متبنّٰی بنایا تھا۔ اس کو ہبہ کر رہا تھا۔ اس کی فرمانبرداری و خدمت کا صلہ دینا چاہتا مگر چونکہ متبنی شرعاً وارث نہیں ہے اس کو میراث تو مل نہیں سکتی اگر ہبہ درست قرار دیا جاتا ہے۔ تو اس شرعی وارث کو بہ قانون محروم کر کے معاشرہ کو گندہ اور ہندوانہ بنانے لگا۔ اور منع کرتا ہے۔ تو اس کی خدمات کا صلہ کون دے گا۔ اور وہ قانون سازوں کو کتنی دعائیں دے گا۔

۱۳۔ اگر کسی کے ایک دو چار بیٹیاں ہی بیٹیاں تھیں۔ جو شرعاً ایک $\frac{1}{2}$ کی زیادہ $\frac{2}{3}$ کی وارث بنتی ہیں۔ اور کئی پشت کے کسی دادا کے پڑپوتے کا پڑپوتا موجود ہے۔ مگر خاندانی دشمنی چلی آتی ہے۔ مقدمہ بازی رہتی ہے جان جان کی بازی ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ بیٹیوں کو کل ہبہ کر دے اگر قانون شرعی حصے سے زیادہ ہبہ کی اجازت نہ دے گا۔ تو دشمن کو میراث مل جاتی ہے۔ اور اس خیال سے تڑپ تڑپ کر ایڑیاں رگڑ رگڑ وہ مر جائے گا۔ اور قانون اس کو شاید قبر میں بھی چین سے نہ رہنے دے گا۔ اور مشترکہ جائداد سے بیٹیاں کیا پا سکیں گی۔

۱۴۔ اگر کسی کے ایک بیٹا بیٹی یا چند ہیں۔ مگر کوئی داماد ایسا خراب ہے یا سب داماد ایسے خراب ہیں کہ وہ بیویوں کو مارتے پیٹتے ہیں کہ باپ سے ہبہ کرا دو۔ ورنہ جان سے مار ڈالیں گے۔ اور جس طرح اپنی جائداد عیاشیوں میں تباہ کر چکے ہیں۔ یقین ہے کہ وہ اس کو بھی تباہ کر دیں گے۔ اور نہ دے گا تو بعد وفات یہی حال کریں گے۔ اگر بیٹیوں نے ان کے غیر آباد ہونے پر یا [illegible] امداد کے وعدے سے اپنی جائداد کو ان عیاشیوں میں اڑانے اور تباہ کرنے سے بچانے کے لئے نیک بیٹیوں کو ہبہ کرنا چاہے گا۔ تو قانون اس کو عیاشیوں پر نثار کرنے کے لئے مجبور کر رکھے گا۔

۱۵۔ اگر کسی کے دس بیٹیاں اور سب سے چھوٹا ایک بیٹا ہے بیٹیوں کی شادیاں اچھی جگہ ہو چکی ہیں۔ بچہ کی طرف سے فکر ہے۔ اگر وہ لڑکیوں کی برابر حصہ جو بعد میں بھی اس کو ملتا ہے۔ اگر اب ہبہ کرنا چاہے گا۔ تو $\frac{2}{12}$ دے سکے گا یہی اس کو بعد میں مل سکتا تھا۔ مگر اس کی تعلیم تربیت اور زندگی گزارنے کے لئے زیادہ کی ضرورت ہے۔ نہیں دے سکے گا۔ تو کس قدر پریشانی خود اس کو بھی ہوگی اور بچے کو بھی اگر اکثریت کے مذہب کے موافق گنجائش ہوتی۔ تو اس کی تعلیم تربیت کا انتظام کرنے کے لئے کچھ اور ہبہ کر سکتا تھا۔ اب باپ تا زندگی اور بچہ تمام عمر قانون سازوں کو دعائیں دے گا۔

۱۶۔ لڑکی قابل تعلیم یافتہ اچھے گھرانے میں بیاہی ہوئی ہو۔ لڑکا کم علم یا بے علم یا عقل سے کم ہو یا معذور ہو۔ اس کی زندگی سنوارنے کے لئے کچھ ہبہ ہو سکتا تھا۔ مگر قانون نے اس کے مستقبل کو تاریک تر بنا کر رکھ دیا۔

۱۷۔ ایسے قانون سے گھر گھر میں نزاعات

کے معرکے قائم ہو جائیں گے۔ کیونکہ ہبہ منقولہ و غیر منقولہ ہر مال پر صادق ہے اگر لڑکی کو جہیز وغیرہ میں پچاس ہزار کا اثاثہ دیا ہے۔ تو لڑکا فوراً ایک لاکھ کا مطالبہ اور مقدمہ دائر کر سکتا ہے کیونکہ موت و حیات کا اعتبار نہیں ہے اس لئے فوراً کردے گا اور شادی میں ماتم برپا ہو جائے گا۔ اور اگر لڑکے دس ہوں گے تو دس لاکھ کا مطالبہ و مقدمہ اور پھر چپقلشیں رنجشیں خاندان بھر میں فسادات تک کی نوبت آئے گی۔

۱۸۔ تمام مسلمان بڑی زبردست مصیبت میں مبتلا ہو جائیں گے۔ آج کل کی رسم پرستی اور لالچ کی دنیا میں صرف اس لڑکی سے شادی کی خواہش ہوتی ہے۔ جو بیش از بیش جہیز لے کر آئے متوسط الحال اور غریب طبقہ اس وقت بھی سخت فکر اور پریشانی میں مبتلا ہے۔ ایسے قانون کے بعد لڑکی کے لئے تو بڑی فکر تھی۔ ہی اس سے دو دوگنا ہر لڑکے کو دینے کی الگ فکر ہوگی۔ اچھے اچھے دولتمند بھی مصیبت میں پھنس جائیں گے۔ اور ممکن ہے نتیجہ یہاں تک آ پہنچے کہ لڑکیوں کی شادیوں کا سلسلہ ہی بند ہو جائے۔ اور پھر اس کے جو نتائج قوم و معاشرہ کو بھگتنے پڑیں گے۔ وہ قانون پیش کرنے والوں اور منظور کرنیوالوں کے نشاہکار ثابت ہوں گے۔ اور پھر عدالتوں کی گرم بازاری الگ کرنی ہوگی اور عجب نہیں کہ لڑکی کی پیدائش موت کا پیغام بن کر سامنے آنے لگے۔ اس طرح اس قانون کے اندر سارے مسلمانوں کی میتیں مخفی ہوگی۔

۱۹۔ ہر باپ بیٹے میں خانہ جنگی قائم ہو جائے گی۔ باپ جہیز کی قیمت پانچہزار بنا کر لڑکے کو دس ہزار دینا چاہیگا۔ اور لڑکا پچاس ہزار قرار دے کر ایک لاکھ کا مطالبہ کرے گا۔ روز روز عدالت میں یہ مقدمے پیش رہینگے ہاں وکیلوں اور حکومت کی آمدنی کا ایک نیا ذریعہ پیدا ہو جائے گا۔ اور جتنے زیادہ لڑکے ہوں گے۔ اتنے ہی مطالبات ہوں گے۔

۲۰۔ اور اگر بیٹے آٹھ دس ہوئے۔ اور سب کے مطالبوں کی بھی نوعیت ہوئی۔ تو غریب باپ کو جان بچانی ہی دشوار ہو جائے گی۔ نتیجہ میں کہیں پھر زمانہ جاہلیت کا دور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کا واپس نہ آجائے۔ اور یہ سب کچھ اس بل اور قانون کے طفیل ہوگا۔

۲۱۔ ہر ہر گھر میں صبح سے شام تک جوتی پیزار رہا کرے گی۔ اگر لڑکی کو ایک جوڑ جوتا لا کر دیا۔ تو ہر لڑکا دو دو جوڑوں کا مستحق ہو کر مطالبہ کرے گا ایک رومال ایک تولیہ ایک شلوار ایک قمیص دیا تو ہر لڑکا دو دو کا مطالبہ رکھے گا۔ بلکہ جس جس قیمت کے وہ ہوں گے۔ اسے دگنی قیمت کے لے گا کھانے پینے برتنے اوڑھنے بچھانے کھیل کھلونے پھل میوہ مٹھایاں بسکٹ کیک پیسٹری چائے روٹی بوٹی ہر ہر چیز میں ایک کے دو کا مطالبہ رنجشیں جھگڑے نزاعات و فسادات اور نہ جانے کہاں سے کہاں تک روز روز نوبت پہنچا کرے گی۔ بلکہ ہر ہر وقت اور اس طرح ہر گھر دوزخ کا نمونہ اور ماں باپ اور اولاد سب کی زندگی تلخ اور موت زندگی سے عزیز تر بن کر رہ جائے گی۔ غرض جتنا غور کیا جائے گا۔ ایسے ایسے بہت نتائج اس بل اور قانون کے سامنے آجائیں گے۔ بس یہ ہوگی اصلاح معاشرہ کی۔

اشکال کا حل

رہا یہ سوال کہ اگر یہ صورت نہ ہو۔ تو پھر فقہ حنفی کے مطابق یا شریعت کے راجح وقوی مسائل کے موافق اس مشکل کا حل کیا ہو کہ لوگ لڑکیوں کو میراث سے محروم نہ کر سکیں۔ چونکہ بات قاعدہ کی ہے اس لئے اس پر بھی غور کرنا ضروری ہے۔ مرض کا صحیح علاج وہ ہو سکتا ہے جس میں اس کے اسباب کی صحیح تشخیص ہو سکے۔ اس لئے دیکھنا یہ ہے۔ آخر اس کا سبب کیا ہے

(الف)۔ ہندوانہ رسم ورواج کے اثرات
(ب)۔ لڑکوں سے آمدنی کی امید اور لڑکیوں سے خرچ کا خدشہ۔
(ج) لڑکوں سے جائداد کا اپنے خاندانوں میں رہنا۔ لڑکیوں سے دوسرے خاندانوں میں پہنچ جانا۔
(د) لڑکیوں کو رسم ورواج اور آج کل کی پیسہ کی دوڑ کے زمانہ میں جہیز پر بہت رقم کا خرچ ہو جانا۔
(ہ) دینداری اور علم دین کی کمی۔

نمبر (الف) اور نمبر (ہ) کا علاج مقامی زبان میں دیندار استادوں سے دینی تعلیم کا انتظام مسجد در مسجد محلہ در محلہ گھر گھر پھر اہل ثروت حضرات کا بچوں کے لئے دیندار اتالیق مقرر کرنا ہے۔

نمبر (ب) اور نمبر (د) قریب قریب ہیں۔ آمدنی کا لالچ تو پیسوں کی دوڑ کا اثر ہے۔ ہاں شادی کے خرچ نے بڑی طرح تباہ کر رکھا ہے۔ اور خصوصاً لڑکیوں والوں کو بہت پریشان کر دیا ہے۔ اگر ہو سکے تو سخت قانون اس کا بنوایا جائے۔ کہ دس آدمی سے زائد جمع نہ ہوں۔ ایک جوڑہ ایک ہلکے سے زیور سے زائد شادی کے وقت نہ دیا جا سکے بعد میں جو چاہے دیں۔ ان سے صرف اتنے قانون سے ہی دونوں نمبروں کا انتظام ہو سکتا ہے۔ مگر سختی کے ساتھ عمل کی ضرورت ہوگی۔ اور نمبر (ج) اس غلط فہمی پر مبنی ہے کہ لوگ اس کو ایک تماشا قرار دیتے ہیں۔ غیر قوموں کی طرح ہار جیت بناتے ہیں۔ حالانکہ یہ تو عمر بھر کی قرابت داری ہے اس کو غیر خاندان سمجھنا ہی ذہن سے نکالنا چاہیئے۔ جو تقریبات کی تقریرات سے ہو سکتا ہے۔

بل کی اصلاح

لیکن اگر عوامی طریق سے بل پیش کر کے ہی معاشرہ کی اصلاح مقصود ہے۔ تو بل کا صحیح متن یہ مناسب ہے۔

"جو شخص بیٹا بیٹی کو ہبہ برابر کا نہ کرے گا یا پھر کسی کو ضرر نہ پہنچانے کا معقول ثبوت نہ پیش کرے گا اس کو یہ سزا ہوگی"

چونکہ معقول وجہ نہ رکھنے میں ضرر ہوگا۔ گناہ ہوگا۔ اور گناہ پر حکومت کو تعزیر کا حق ہے۔ جو مالی تو اسلام میں منسوخ شدہ ہے صرف جانی ہوتی ہے اس کا حق حکومت کو ہو سکتا ہے۔ اور مالی سزا ہے۔ بھی خلاف عقل کیونکہ جرمانہ بڑی حیثیت والے کے واسطے کچھ بھی نہیں کم حیثیت والے کے لئے سزا بے حیثیت کے لئے سخت ترین سزا گویا موت ہے۔ تو قانون غریبوں کے لئے بن کر رہ جاتا ہے امیر مستثنی ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اب سزا کے خوف سے یا ہبہ ہی نہ ہوگا۔ یا ہوگا تو برتر ہوگا جو بالاجماع جائز ہے۔ یا فرق سے ہوگا۔ تو معقول وجہ سے جس سے

(باقی صـ۱۸ پر)

عصر حاضر حدیث نبوی کے آئینے میں

ترجمہ و ترتیب: مولانا محمد یوسف ماموں کانجن

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صنفان من اھل النار لم ارھما، قوم معھم سیاط کاذناب البقر یضربون بہ وجوہ الناس ونساءٌ کاسیاتٌ عاریاتٌ ممیلاتٌ مائلاتٌ رؤسھن کاسنمۃ البخت المائلۃ، لا یدخلن الجنۃ ولا یجدن ریحھا وانّ ریحھا التوجد من مسیرۃ کذا وکذا۔ صحیح مسلم ۲/۲۰۵

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں۔ کہ دو جہنمی گروہ ایسے ہیں۔ جن کو میں نے نہیں دیکھا (بعد میں پیدا ہوں گے)، ایک وہ گروہ جن کے ہاتھوں میں بیل کی دم جیسے کوڑے ہوں گے وہ ان کو لوگوں کے منہ پر (ناحق) ماریں گے۔

دوم۔ وہ عورتیں جو دیکھنے کو تو) لباس پہنے ہوئے ہوں گی۔لیکن (چونکہ لباس بہت باریک یا ستر کے لئے ناکافی ہوگا اس لئے وہ) درحقیقت برہنہ ہوں گی (لوگوں کو اپنے جسم کی نمائش اور لباس کی زیبائش سے اپنی طرف) مائل کریں گی۔ (اور خود بھی مردوں سے اختلاط کی طرف) مائل ہوں گی، ان کے سر (فیشن کی وجہ سے) بختی اونٹ کی کوہان جیسے ہوں گے، یہ عورتیں نہ تو جنت میں داخل ہوں گی۔نہ جنت کی خوشبو ہی ان کو نصیب ہوگی حالانکہ جنت کی خوشبو دور دور سے آرہی ہوگی۔

عالم اسلام کی زبوں حالی اور اس کے اسباب

عن ثوبان رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوشك الامم ان تداعی علیکم کما تداعی الاکلۃ الی قصعتھا فقال قائل ومن قلۃ نحن یومئذٍ؟ قال بل انتم یومئذٍ کثیر ولکنکم غثاء کغثاء السیل ولینزعن اللہ من صدور عدوکم المھابۃ منکم، ولیقذفن فی قلوبکم الوھن۔ قال قائل ما الوھن۔؟ قال حب الدنیا و کراھیۃ الموت (ابوداود ص ۵۹۰)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ وہ وقت قریب آتا ہے۔ جب کہ تمام کافر قومیں تمہارے مٹانے کے لئے مل کر سازشیں کریں گی اور) ایک دوسرے کو اس طرح بلائیں گی۔ جیسے دسترخوان پر کھانا کھانے والے (لذیذ) کھانے کی طرف ایک دوسرے کو بلاتے ہیں، کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہماری قلت تعداد کی وجہ سے ہمارا یہ حال ہوگا؟ فرمایا: نہیں بلکہ تم اس وقت تعداد میں بہت ہوگے، البتہ تم سیلاب کی جھاگ کی طرح ناکارہ ہوگے، یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دل سے تمہارا رعب اور دبدبہ نکال دیں گے۔ اور تمہارے دلوں میں "بزدلی" ڈال دینگے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! بزدلی سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: دنیا کی محبت اور موت سے نفرت!

ناخلف اور نالائق اُمتی

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من نبی بعثہ اللہ فی امتہ قبلی الا کان لہ فی امتہ حواریون واصحاب یاخذون بسنتہ ویقتدون بامرہ ثم انھا تخلف من بعدھم خلوف یقولون مالا یفعلون ویفعلون مالا یؤمرون فمن جاھدھم بیدہ فھو مؤمن ومن جاھدھم بلسانہ فھو مومن ومن جاھدھم بقلبہ فھو مؤمن، ولیس وراء ذالك من الایمان حبۃ خردل۔ (صحیح مسلم ص ۵۲)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ نے ارشاد فرمایا:۔

مجھ سے پہلے جس نبی کو بھی اللہ تعالیٰ نے اس کی امت میں مبعوث فرمایا اس کی امت میں کچھ مخلص اور خاص رفقاء ضرور ہوائے جو اس کی سنت کی پابندی اور اس کے حکم کی پیروی کرتے، پھر ان کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہوتے جو کہتے کچھ اور کرتے کچھ اور جو کچھ ان کو حکم دیا گیا تھا اس کے خلاف عمل کرتے (اسی طرح اس امت میں بھی ایسے ناخلف پیدا ہوں گے جو اسلام کا نام تو لیں گے۔ لیکن ان کا عمل اسلام کے خلاف ہوگا) پس جو شخص (بشرط قدرت) ہاتھ سے ان کے خلاف جہاد کرے گا۔ وہ مومن ہے، اور جو زبان سے ان کے خلاف جہاد کرے گا۔ وہ بھی مومن ہے۔ اور جو ان کیخلاف دل سے جہاد کرے گا۔ (کہ ان کی بدعملی کو کم از کم دل ہی سے برا سمجھے) وہ بھی (کمزور درجے کا) مومن ہے۔ اور اس کے بعد تو رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں رہتا

دجّالی فتنہ اور نئے نظریات

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکون فی آخر الزمان دجّالون کذابون، یاتونکم من الاحادیث مالم تسمعوا انتم ولا آباءکم فایاکم وایاھم۔ لا یضلونکم ولا یفتنونکم (مقدمہ صحیح مسلم ص ۵۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

آخری زمانے میں بہت سے جھوٹے مکار لوگ ہوں گے۔ جو تمہارے سامنے (اسلام کے نام سے نئے نظریات اور) نئی نئی باتیں پیش کریں گے۔ جو نہ کبھی تم نے سنی ہوں گی۔ تمہارے باپ دادا نے، ان سے بچنا! ان سے بچنا! کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں۔

اور فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

علمائے سوء کا فتنہ

عن علی کرم اللہ وجھہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوشك ان یاتی علی الناس زمان لا یبقی من الاسلام الا اسمہ ولا یبقی من القران الا رسمہ مساجدھم عامرۃ وھی خراب من الھدی، علماؤھم شر من تحت ادیم السماء من عندھم تخرج الفتنۃ وفیھم تعود (رواہ البیہقی فی شعب الایمان مشکوٰۃ شریف ص۳۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

عنقریب ایک زمانہ آتا ہے جس میں اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا اور قرآن کے صرف الفاظ باقی رہ جائیں گے۔ ان کی مسجدیں بڑی بارونق ہوں گی۔ مگر رشد و ہدایت سے خالی اور ویران۔ ان کے (نام ونہاد) علماء آسمان کی نیلی چھت کے نیچے بسنے والی تمام مخلوق سے بدتر ہوں گے فتنہ ان ہی کے یہاں سے نکلے گا۔ اور ان ہی لوٹے گا۔ (یعنی وہی فتنہ کے بانی بھی ہوں گے۔ اور وہی مرکز و محور بھی)

اہل حق کا غیر منقطع سلسلہ

عن معاویۃ رضی اللہ عنہ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یزال من امتی امۃ قائمۃ بامر اللہ لا یضرھم من خذلھم ولا من خالفھم حتی یأتی امر اللہ وھم علی ذالك متفق علیہ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۸۳)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ فرماتے تھے۔ میری امت میں ایک جماعت ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر قائم رہے گی۔ انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ نہ ان کی مدد سے دستکش ہونے والے نہ ان کی مخالفت کرنے والے یہاں تک اللہ کا وعدہ (قیامت) آجائے گا۔ اور وہ حمایت حق پر رہیں گے۔

اہل حق اور علماء سوء کے درمیان حدِ فاصل

عن انس رضی اللہ عنہ رفعہ العلماء امناء الرسل علی عباد اللہ عالم یخالطوا السلطان ویداخلوا لدنیا۔ فاذا خالطوا السلطان وداخلوا الدنیا فقد خانوا الرسل فاحذروھم واعتزلوھم (و فی روایۃ واجتنبوھم) الحسن بن سفیان، عق، ك فی تاریخہ والقاضی ابو الحسن عبد الجبار بن احمد الاستر آبادی فی امالیہ، وابو نعیم والدیلمی والرافعی۔ کنز ۲۱۶/۵

حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا علماء کرام، اللہ کے بندوں پر رسولوں کے امین (اور حفاظت دین کے ذمہ دار) ہیں۔ بشرطیکہ وہ اقتدار سے گھل مل نہ جائیں اور (دینی تقاضوں کو پشت انداز کرتے ہوئے) دنیا میں گھس پڑیں، لیکن جب وہ حکمرانوں سے شیر و شکر ہوگئے اور دنیا میں گھس گئے۔ تو انہوں نے رسولوں سے خیانت کی پھر ان سے بچو۔ اور ان سے الگ رہو

اور زمانہ بوڑھا ہو جائیگا

عن ابی موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رفعہ۔ لا تقوم الساعۃ حتی یجعل کتاب اللہ عاراً، ویکون الاسلام غریباً، حتی تبدو الشحناء بین الناس، وحتی یقبض العلم ویھرم الزمان وینقص عمر البشر، وینقص السنون والثمرات ویؤتمن التھما ویتھم الامناء، ویصدق الکاذب ویکذب الصادق ویکثر الھرج وھو القتل، وحتی تبنی الغرف فتطاول حتی تئن ذوات الاولاد وتفرح العواقر ویظھر البغی والحسد والشح، ویھلك الناس ویکثر الکذب ویقل الصدق وحتی تختلف الامور بین الناس ویتبع الھوی ویقضی بالظن ویکثر المطر ویقل الثمر ویغیض العلم غیضاً ویفیض الجھل فیضاً ویکون الولد غیضاً والشتاء قیضاً، وحتی یظھر بالفحشاء وتزوی الارض زیاً وتقوم الخطبا بالکذب فیجعلون حقی لشرار امتی، فمن صدقھم بذالك ورضی بہ لم یرح رائحۃ الجنۃ (ابن ابی الدنیا، طب، ابو نصر السجزی فی الابانۃ، ابن عساکر ولا بأس بسندہ - کنز ۱۸۲/۷)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک اللہ کی کتاب (پر عمل کرنے) کو عار ٹھہرایا جائے گا۔ اور اسلام اجنبی ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان کینہ پروری عام ہو جائے گی اور یہاں تک کہ علم اٹھا لیا جائے گا اور زمانہ بوڑھا ہو جائے گا۔ انسان کی عمر کم ہو جائے گی ماہ و سال اور غلہ و ثمرات میں بے برکتی (اور) کمی رونما ہوگی، ناقابل اعتماد لوگوں کو امین، اور امانتدار لوگوں کو ناقابل اعتماد سمجھا جائیگا جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا قرار دیا جائے گا۔ فساد اور قتل عام ہوگا۔ اور یہاں تک کہ اونچی اونچی عمارتوں پر فخر کیا جائے گا۔ اور یہاں تک صاحب اولاد عورتیں غمزدہ ہوں گی۔ اور بے اولاد خوش ہوں گی۔ اور ظلم، حسد اور لالچ کا دور دورہ ہوگا، لوگ ہلاک ہوں گے جھوٹ کی بہتات ہوگی۔ اور سچائی کم ہوگی یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان بات بات میں نزاع اور اختلاف ہوگا خواہشات کی پیروی کی جائے گی اٹکل پچو فیصلے دیئے جائیں گے۔ بارش کی کثرت کے باوجود غلے اور پھل کم ہوں گے علم کے سوتے خشک ہو جائیں گے اور جہالت کا سیلاب امنڈ آئے گا۔ اولاد غم و غصہ کا موجب ہوگی۔ اور موسم سرما میں گرمی ہوگی۔ اور یہاں تک کہ بدکاری علانیہ ہونے لگے گی۔ زمین کی طنابیں کھینچ دی جائیں گی، خطیب اور مقرر جھوٹ بکیں گے۔ حتیٰ کہ میرا حق (منصب تشریع) میری امت کے بدترین لوگوں کے لئے تجویز کریں گے۔ پس جس نے ان لوگوں کی تصدیق کی اور ان کی تحقیقات پر راضی ہوا اسے جنت کی خوشبو بھی نصیب نہیں ہوگی۔ (معاذ اللہ)

دنیا کے لئے دین فروشی

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نادروا بالاعمال فتنًا کقطع اللیل المظلم یصبح الرجل مومنا ویمسی کافرا او یمسی مومنًا ویصبح کافرًا یبیع دینہ بعرض من الدنیا (صحیح مسلم ص ۷۵ ج ۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان تاریک فتنوں کی آمد سے پہلے پہلے نیک اعمال کر لو۔ جو اندھیری رات کی تہ بہ تہ تاریکیوں کے مثل ہوں گے۔ آدمی صبح کو مومن ہوگا اور شام کو کافر شام کو مومن ہوگا۔ اور صبح کو کافر، دنیا کے چند ٹکوں کے بدلے اپنا دین بیچتا پھرے گا۔ (معاذ اللہ)

بقیہ۔ مجلس ذکر

پھر یہ عبادت و ذکر اور صدقات و خیرات جو رضا الٰہی کے لئے آپ کریں گے آپ کو اللہ کی بارگاہ میں مقبول بنادیں گی اور آپ پر اللہ تعالیٰ کی ظاہری و باطنی رحمتیں اور مہربانیاں مبذول ہوں گی۔ پھر آپ راہ حق میں اللہ کی خوشنودی اور ابدی آرام کی خاطر تھوڑی بہت تکلیف و مصائب کو بخوشی برداشت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنا مقبول بندہ بنائے آمین! بہترین طریقہ میانہ روی ہے نہ دنیا مقصود۔ محبوب اور محمود بن جائے اور نہ ہی آپ دنیا کو چھوڑ کر عبادت میں لگ جائیں۔ بلکہ آپ سب کے حقوق ادا کریں۔

عبادت و ذکر اللہ بھی کریں۔ آرام بھی کریں۔ بیوی بچوں اور یتامیٰ اور مساکین کی امداد کے لئے آپ کا کمانا بھی نیکی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش و ہمت کریں۔ اللہ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے سارے گناہ معاف فرمائے۔ اور خاتمہ ایمان کے ساتھ کرے آمین! واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ ۱۸ر اگست بروز جمعہ نماز مغرب مسجد ڈھوک بورڈ ٹرکٹ نزد چشتیہ ہائی سکول کرشن نگر میں مجلس ذکر کرائیں گے مسجد مذکورہ کو آغا سہیل مرحوم نے جو ۲۳ر جولائی کو دریائے سوات میں ڈوب کر شہید ہوگئے آباد کیا تھا حافظ اقبال احمد صدیقی

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا افادات گرامی
مبنی
درس قرآن

منعقدہ: ۲۹ر جنوری ۱۹۶۷ء

مرتبہ: محمد عثمان غنی بی اے

(۴)

تو قرآن شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ جن قوموں کو تباہ کرتے ہیں ان پر سحری کے وقت عذاب آتے ہیں۔ تو اس لئے اسلام نے، قرآن مجید نے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے، علماء صالحین نے، سلف صالحین نے، اولیاء عظام نے نماز تہجد پڑھنے کی بڑی تاکید فرمائی۔ قرآن میں دیکھ لیجئے۔ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ مجھے وہ بندے بڑے اچھے لگتے ہیں جو سحری کے وقت مجھ سے اپنے گناہوں کی معافیاں مانگتے ہیں —— بالاسحار —— حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں کہ سحری کے وقت اللہ تعالیٰ ایک ایسی ہوا چلاتے ہیں، روحانی ہوا چلتی ہے، نسیم اجر و ثواب اس وقت جو کوئی اللہ تعالیٰ کے سامنے عبادت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو قبولیت سے نوازتے ہیں۔ اور اپنا قرب عطا کرتے ہیں۔ میں اپنے درسوں میں عموماً اس پر عرض کرتا رہتا ہوں اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی اس نماز کے اور دوسری نمازوں کے ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ لیکن خواہش یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ یوں کر دیں کہ ہم سارے سحری کو جاگیں، اللہ تعالیٰ کے سامنے سربسجود ہوں، اللہ سے اپنے گناہوں کی معافیاں مانگیں تو اللہ تعالیٰ سے کچھ بعید نہیں کہ وہ ہماری لغزشوں کو معاف فرما دے وہ تو غفور رحیم ہیں ہی ہیں۔

تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ ملا علی قاری نے مرقاۃ میں ترجمہ بیان کرتے ہوتے لکھا ہے ان کے حالات میں —— آپ شب خیز تھے، سارے صحابہؓ شب خیز تھے۔ مدینہ منورہ میں جو دوست گئے ہیں اللہ ان کی زیارتوں کو قبول فرمائے اور جو نہیں جا چکے اللہ ان کو بھی نصیب فرمائے۔ مدینہ منورہ میں اب بھی چھ اذانیں ہوتی ہیں —— چھ اذانیں —— یعنی تہجد کی اذان بھی ہوتی ہے۔ یہ اس دن سے لے کر آج تک اہل مدینہ کا معمول ہے، چودہ سو سال ہو چکے ہیں کہ تہجد کی نماز کے لئے اذان پہلے ہوتی ہے، صبح کی اذان بعد میں ہوتی ہے۔ تو صحابہؓ سارے تہجد خواں تھے —— قرآن شریف میں آتا ہے۔ حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ رات کو نہ جاگ سکے۔ خیر انسان ہے کسی وقت نہیں بھی جاگ سکتا —— صبح ہو گئی، اٹھے۔ بڑی طبیعت خراب رہی۔ اور نیند پر اپنے آپ کو بڑا ملامت کیا کہ میں رات کو ایسا غافل سویا کہ مجھ سے تہجد کی نماز قضا ہو گئی۔ تو آپؓ نے پورا سال میرے بھائیو پھر نیند نہیں کی۔ پورا سال رات کو نہیں سوئے اس خطرے سے کہ پھر کہیں مجھ سے تہجد کی نماز فوت نہ ہو جائے۔

ہمارے سامنے یہ سب باتیں ایسی ہی ہیں۔ لیکن جو لوگ ان کی حقیقتوں کو جانتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ان ساری خوبیوں کا اور خیر کا جو سرچشمہ ہے وہ تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے اس کی عبادتوں کو ادا کیا جائے تو وہ راضی ہو جاتے ہیں اور پھر جو کسی قسم کی تھوڑی بہت نظام میں گڑبڑ ہو اس کی اصلاح فرما دیتے ہیں۔

(باقی صفحہ ۵ پر)

تلاش گمشدہ

حافظ مولانا محمد عبد اللہ صاحب ساکن چک ۳۶/D.N.B ضلع بہاولپور عرصہ ڈیڑھ ماہ سے لاپتہ ہیں۔

پتہ ذیل پر مطلع فرما کر مشکور فرمائیں موصوف خود اس خبر کو پڑھیں تو جلد گھر تشریف لائیں گھر والے پریشان ہیں

پتہ:- افضل حق دکاندار چک ۳۶/D.N.B ڈاک خانہ خاص ضلع بہاولپور

بقیہ - ایک نیا حل

ضرر نہ پہنچانا ثابت ہو جائے گا۔ پھر درست رہے گا۔ ہندوانہ رسم کا عکس اور میراث سے چور دروازہ سے نکلنا بند ہو جائیگا۔ عورت کی مدد اور زیادہ ہو جائے گی۔

لیکن ہبہ کرنے کے لئے دوسری اولاد سے پوچھنے نہ پوچھنے کو اس میں دخل نہ ہوگا۔ مالک خود باپ ہے اولاد مالک نہیں ہے۔ تاحیات اولاد کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ باپ کی نیت ضرر پہنچانے کی ہوگی۔ تو اجازت کے بعد بھی گناہگار ہوگا۔ ورنہ بلا اجازت گناہ نہیں ہوگا۔ اگر اولاد سے پوچھنا ضروری بنایا گیا تو گویا باپ کے مملوکہ مال کے دو مالک بنا دئے جو بے وجہ ہونے کی وجہ سے غصب چھین جھپٹ یا ڈاکہ ہوگا۔ اور یہ پوچھنا ہندوانی رسم کا اثر ہے۔ جو مُردوں کا مال قرار دیتے ہیں۔ اسلام میں نہ کسی مردہ کا یہ مال ہوتا ہے۔ نہ زندہ اولاد کا صرف تنہا مالک ہی اس کا مالک ہے۔

بقیہ: اداریہ

ہمیں خوشی ہے کہ جمعیۃ علماء اسلام پاکستان نے اپنے سالانہ اجلاس منعقدہ ۷ر۸ر اگست ۱۹۶۷ء میں کونشن کی قرار دادوں کی باضابطہ اور پوری پوری تائید کا یقین دلایا ـــ یہ خوش آئند مثال ہے اور ملک کی تمام جماعتوں کو اس کی تقلید کرنی چاہئے۔

خدام الدین کا تازہ پرچہ

حیدرآباد میں حافظ امان اللہ عزیز مدرسہ مفتاح العلوم گھاس مارکیٹ سے حاصل کریں۔

تبلیغی جلسہ

مدرسہ فیض العلوم العربیہ چنیوٹ محلہ ترکھاناں کا چوتھا سالانہ تبلیغی جلسہ بتاریخ ۲۵/۲۶ر اگست بروز جمعہ، ہفتہ بمقام پرانی مسلم مارکیٹ نزد سبز محل محلہ ترکھاناں میں زیر سرپرستی پیر طریقت حضرت العلامہ مولانا دوست محمد صاحب قریشی ہو رہا ہے جس میں حضرت مولانا سید احمد شاہ صاحب بخاری، حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب لائلپور، حضرت مولانا عبد الشکور صاحب دین پوری خطاب فرمائیں گے

(نذیر احمد مہتمم مدرسہ فیض العلوم چنیوٹ)

بقیہ: سیرت قدسی کی چند جھلکیاں

ہوتا ہے۔ دیکھنا اس ہجوم سنگدلاں میں یہ رقت و رافت کا مجسمہ کون ہے۔ جو بلالؓ کی مظلومیت پر کلیجہ تھام کر رک گیا ہے۔ آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے ہیں۔ یہ شمع توحید کا سب سے پہلا پروانہ ابوبکر صدیقؓ ہے۔ اے قساوت قلبی سے بلالؓ کے رقص بسمل کا تماشا کرنے والو! ذرا راہ دے دو۔ کہ جبین احترام اس کے پاؤں کو بوسہ دے لے۔ تم اس پہ آوازے کسو۔ یا حقارت سے منہ پھیر لو۔ یہ باطنی فراست سے سمجھ گیا ہے۔ کہ بلال عاشق رسولؐ ہے۔ اور اسی پاداش میں زیر عتاب ہے

سنو وہ آگے بڑھ کر کچھ کہہ رہا ہے۔

"امیہ! اس کا زرفدیہ کیا لوگے؟

تم جو دے دو منظور ہے۔ مگر تم حبشی کو خریدو گے؟

"میری نظر میں یہ سب سے زیادہ حسین ہے"

صدیق اکبرؓ بلال کو خرید لیتے ہیں۔ اور آزاد کر دیتے ہیں۔ وہ پروانہ جانباز رہا ہوتے ہی شمع رسالت کی طرف لپکتا ہے۔

کالونی ریاض آباد میں خدام الدین

خالد فاروقی نیوز ایجنٹ۔ فاروقی نیوز ایجنسی ریل بازار کالونی ریاض آباد تحصیل لودھراں سے حاصل کریں۔ پرچہ گھر پر پہنچانے کا معقول انتظام ہے

تلاش گمشدہ

میرا لڑکا غلام فرید عمر ۱۶ سال قرآن شریف حفظ کر رہا ہے ۱۶ پارے پڑھ چکا ہے عرصہ ڈیڑھ ماہ سے مسکین پور سے گم ہوا ہے اور وہ کسی مدرسہ میں چلا گیا ہے لہٰذا وہ جس مدرسہ میں ہو، خود یا اس کے استاد خدام الدین کو اطلاع دیں۔ پتہ یہ ہے۔

محمد رمضان ولد احمد بخش معرفت صوفی واحد بخش رضاکار مسکین پور ڈاکخانہ کلر والی تحصیل علی پور ضلع مظفر گڑھ

سالانہ جلسہ

مورخہ ۲۴/۲۵/۲۶ ر رجب المرجب سالانہ جلسہ دار العلوم نعمانیہ ڈیرہ اسمٰعیل خاں منعقد ہو رہا ہے جس میں مندرجہ ذیل مشاہیر علماء اور مشائخ عظام تشریف لا رہے ہیں:۔

حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب درخواستی امیر جمعیۃ العلماء اسلام، حضرت مولانا غلام غوث صاحب ناظم اعلیٰ جمعیۃ العلماء اسلام، حضرت مولانا مفتی محمود صاحب، قائد جمعیۃ العلماء اسلام، حضرت مولانا سید نور الحسن شاہ صاحب

علاؤ الدین مہتمم دار العلوم نعمانیہ ڈیرہ اسمٰعیلخاں

لال دین عتیق جماعت نہم شاہ عالم مارکیٹ لاہور

ماں باپ کی خدمت

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ کہ ماں باپ کی خدمت کرو۔ تاکہ تم اپنے ماں باپ کی ...... خوشنودی سے جنت میں جاؤ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا خوب فرمایا ہے۔ کہ جنت ماں باپ کے قدموں کے نیچے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا۔ کہ جو ماں باپ کو خوش رکھے گا اس سے میں خوش ہوں گا۔ اور جو اپنے ماں باپ کو ناراض رکھے گا۔ اس سے میں بھی ناراض ہوں گا۔ عزیز بچو تم سوچو کہ جس سے خدا تعالےٰ ناراض ہو جائیں۔ اس کا ٹھکانا کہاں ہوگا۔ دوزخ کے سوا اس کا کہیں ٹھکانا ہی نہیں۔

ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے حج پر جانا چاہا اپنی ماں سے اجازت طلب کی ماں نے اجازت دے دی۔ آپ چلے گئے جب آپ نے آدھا راستہ طے کیا۔ تو آپ کے دل میں خیال آیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ ماں باپ کی خدمت حج سے زیادہ ضروری ہے۔ اس سے میں زیادہ خوش ہوتا ہوں۔ آپ واپس لوٹ آئے۔ ماں باپ کی خدمت کرنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے فائدے بتائے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ اپنے والدین کو اُف تک بھی نہ کہو۔ اس میں بھی بے ادبی ہے۔ اس سے معلوم ہوا ماں باپ ہی کی خدمت سے نجات حاصل ہوگی۔ آج کل اولاد کی یہ حالت ہے۔ کہ جس کے والدین بوڑھے ہو چکے ہوں۔ اولاد انہیں دیکھنا ہی پسند نہیں کرتی۔ بلکہ یہاں تک نوبت پہنچ چکی ہے۔ کہ اکثر بچے والدین کے ساتھ مذاق کرتے ہیں۔ اور ہر بات میں پے در پے جواب دیتے ہیں۔ ذرہ بھر ماں باپ کا ادب نہیں کرتے۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ حضرت حلیمہؓ تشریف لائیں آپؐ کھڑے ہو گئے۔ اور نہایت تعظیم سے ان کی بات سنی۔

ایک مرتبہ رات کے وقت حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ کی ماں نے ان سے پانی مانگا وہ پانی لینے گئے دیکھا تو مٹکا خالی تھا نہر پر چلے گئے۔ پانی لے کر واپس آئے تو ماں کی آنکھ لگ گئی تھی۔ انہوں نے ادب کے لحاظ سے ماں کو نہ جگایا اور پانی کا پیالہ لئے کھڑے رہے سخت سردیوں کا موسم تھا۔ جب وہ جاگیں تو پانی پیا اور دعا دی۔ ایک بار ان کی ماں نے حکم دیا۔ کہ دروازہ کھول دے۔ اتنا کہا اور سو گئیں۔ حضرت بایزیدؒ نے دروازے کے پاس کھڑے کھڑے اس سوچ میں صبح کر دی۔ کہ پہلے دایاں دروازہ کھولوں یا بایاں۔ ایسا نہ ہو کہ والدہ صاحبہ جس دروازہ کو کھلوانا چاہتی تھیں۔ میں اس کو چھوڑ کر دوسرا کھول دوں۔ حضرت بایزیدؒ فرماتے ہیں جب اسی حالت میں صبح ہو گئی۔

پیارے بچو۔ ہمیں بھی چاہئے کہ ہر حالت میں ماں باپ کی خدمت کریں اور ان کی خدمت کر کے ان سے دعائیں لیں ماں باپ کی دعائیں جلد مقبول ہوتی ہیں جس کو ماں باپ کی دعا لگ گئی سمجھو کہ دونوں جہانوں میں وہ کامیاب و کامران ہو گیا۔ اور جس نے ماں باپ کی نافرمانی کی اور ان کا دل رنجیدہ کیا پس اس کا ٹھکانا جہنم سمجھئے۔ آیئے آج سے عہد کریں۔ کہ ہم ماں باپ کی ہر وقت فرمانبرداری کریں گے۔ اور کبھی ان کے دل رنجیدہ نہ کریں گے۔

الغرض ماں باپ کی خدمت کرنا گویا خدا و رسول کی خوشنودی حاصل کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ماں باپ کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

حضرت صفیہؓ کی بہادری

ہمارے پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق کے موقع پر تمام مسلم خواتین کو ایک قلعہ میں مقیم کر دیا تھا۔ حضرت احسانؓ بن ثابت اس قلعہ کی حفاظت کر رہے تھے۔ آپؓ ضعیف ہونے کی وجہ سے نحیف و ناتواں تھے۔ قلعہ میں حضرت رسول پاک کی پھوپھی حضرت صفیہؓ بھی تھیں۔

یہودیوں کے چند آدمی عورتوں پر حملہ کی غرض سے ادھر آ گئے۔ انہوں نے ایک آدمی کو قلعہ کے پاس بھیجا۔ حضرت صفیہؓ نے اسے آتے دیکھ لیا۔ اور حضرت حسانؓ سے کہا کہ اسے مار ڈالیے۔ مگر آپؓ کافی عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے مجبور تھے اس لئے آپ خود اُٹھیں۔ اور خیمے کا ایک کھونٹا لے کر اُس بدبخت پر پل پڑیں یہودی وہیں ڈھیر ہو گیا۔ آپ نے اس کا سر قلم کر کے قلعے کی دیوار سے باہر پھینک دیا۔ اس سے دوسرے یہودی خوفزدہ ہو گئے۔ اور یہ سمجھے کہ قلعے کے اندر مرد ضرور موجود ہیں۔ پھر وہ دُم دبا کر بھاگ گئے۔ اور اپنے ناپاک ارادے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

خالد جرارؓ

از حافظ نور محمد انور

چرخِ دیں کے مہرِ تاباں خالدِؓ جرار ہیں
رتبہ و عظمت میں ذی شاں خالدِ جرار ہیں

اشجعِ عالم بھی ہیں وہ فاتحِ اعظم بھی ہیں
دین کے لشکر کے سلطاں خالدِؓ جرار ہیں

جن کے دم سے پہلوانانِ جہاں لرزاں رہے
وہ مجاہد شیرِ یزداں خالدِؓ جرار ہیں

جن کے زرّیں کارنامے دہر میں مشہور ہیں
وہ مطیعِ حکمِ رحماں خالدِؓ جرار ہیں

کر دیا جس نے صفایا دشمنانِ دین کا
وُہ خدائی تیغِ برّاں خالدِؓ جرار ہیں

قائدِ بے مثل و بطلِ بے نظیر و مردِ حق
قابلِ صد رشک انساں خالدِؓ جرار ہیں

عزمِ کامل سے جہاں میں دیں کی عظمت کا چراغ
کر دیا جس نے فروزاں خالدِؓ جرار ہیں

مرقدِ خالدؓ پہ انورؔ رحمتوں کا ہو نزول
جس نے سکھلائے جہادِ زندگانی کے اصول

۱۸ اگست سنہ ۱۹۶۷ء

۲۰

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

...ن ۶۷۵۴۵

منظور شدہ محکمۂ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی سنہ ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۲۸۱ مورخہ ۷ ستمبر سنہ ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری DD۹-۲-۶۷۶۹/۳۹ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر GM۲/۴۰-۵۳۱۰ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۷ء

بارگاہِ ایزدی میں

مضطر گجراتی

تری جانب لگی رہتی ہیں نظریں خاکساروں کی
تجھی سے حاجتیں ہوتی ہیں پوری جانداروں کی

ترے آگے ہی پھیلاتی ہے دامانِ طلب دنیا
تری چوکھٹ پہ جھکتی ہیں جبینیں شہریاروں کی

تری قدرت سے اُڑتے ہیں فضا کے دوش پر بادل
ترے قانون کے تابع روانی آبشاروں کی

کیا آراستہ تُونے زمیں کو پھول کلیوں سے
فلک کو تُونے قندیلیں عطا کیں چاندتاروں کی

ترے قبضے میں سررشتہ ہے مخلوقاتِ ارضی کا
تری مُٹھی میں ہیں نبضیں خلا کے جلوہ زاروں کی

تلاطم قلزموں کا تیری جبّاری کا مظہر ہے
تری عظمت کا آئینہ ہے رفعت کوہساروں کی

تری توحید کا شام و سحر اعلان کرتے ہیں
مناظر دشت و دریا کے، فضائیں مرغزاروں کی

ہمارا ہر قدم پر دستگیر و رہنما تُو ہے
یقیناً ہم ترے ناچیز بندے ہیں، خدا تُو ہے

الٰہی ملّتِ بیضا کو سوزِ جاودانی دے
اس افسردہ چمن کو پھر مجالِ گلفشانی دے

متاعِ شان و شوکت لٹ گئی تعبیرِ عشرت میں
جو انگاروں پہ چل کر مسکرائے وہ جوانی دے

ہمیں توفیق دے اس کام کی جس سے ہو تُو راضی
پیمبرؐ پر جو ہو جائے فدا وُہ زندگانی دے

دلوں کو پھر عطا کر عزمِ صدیقیؓ و فاروقیؓ
جو رحمت تھا زمیں پر وُہ دماغِ حکمرانی دے

ترے بیت المقدس پر یہودی ہو گئے قابض
کوئی خالدؓ عطا فرما، صلاح الدین ثانیؒ دے

مسلمانوں کے پھر ٹوٹے ہوئے دل جوڑ دے مولا
انہیں پھر سے اخوّت کا مذاقِ غیر فانی دے

حرم والوں کا پھر تثلیث زادوں سے تصادم ہے
ہوا کو کارسازی، بجلیوں کو پاسبانی دے

گنہگارانِ امّت پر کرم کر دے بحال اپنا
دکھا دے دشمنانِ دینِ قیّم کو جلال اپنا

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبیداللہ انورؔ پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا